یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہؑ

پاکستان

سید الساجدینؑ

علامہ سید رضی جعفر نقوی

سید الساجدینؑ

علامہ سید رضی جعفر نقوی

سید الساجدین

محقق العصر والسیاسین

علامہ سید رضی جعفر نقوی مدظلہ العالی

عصمت پبلیکیشنز

پی۔ او بکس نمبر۔ 16100 کراچی 74700 پاکستان

اپنے بچوں کیلئے Scan کیا
طالب دعاء
سید نذر عباس

امام شافعی
آستانہ اہلبیتؑ پر

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

(اے پیغمبر اکرم کے اہلبیتؑ! ——
آپ کی محبت تمام عالم کے لئے فرض ہے
جسے اللہ نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے
اور آپ کی جلالت قدر کے لئے یہی کافی ہے کہ
جو آپ پر درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی

الحمد للہ فاطر السماوات، خالق النور والظلمات،
عالم السر والخفیات، منزل الآیات والدلالات، موضح
الادلۃ والبینات، مسبغ النعم والبرکات، مفیض الرحمۃ
والخیرات، رافع الابرار فی الدرجات، خافض الفجار
فی الدرکات، مجیب المضطر فی الکربات، سامع الاصوات
فی الخلوات، ہادی الحیران فی الفلوات، منیر السماوات
الزاہرات، مزین الارض بالجابیات، مرسل الریاح
الذاریات، مجری الفلک فی الزاخرات، مزجی السحاب
الماطرات، مسیر الجبال الراسیات، باعث الرسل
بالبشارات، قاضی الحاجات، کافی المہمات، قابل
الطاعات، المنان علی عبادہ برفع الدرجات بقولہ تعالی:
"وھو الذی جعلکم خلائف الارض
ورفع بعضکم فوق بعض درجات"
صدق اللہ العلی العظیم

شروع اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو [illegible] کو پیدا کرنے والا۔
روشنی و تاریکی کو ایجاد کرنے والا
(اسرار اور مخفی باتوں کو (بھی) جاننے والا
آیات و دلائل کو نازل کرنے والا۔
دلیلوں اور براہین کو واضح کرنے والا۔
نعمتوں اور برکتوں کی فراوانی کرنے والا۔
رحمتوں اور جنات کی ارزانی فرمانے والا۔
نیکوکاروں کے درجات کو بلند کرنے والا۔
بدکاروں کو واصل جہنم کرنے والا۔
پریشان حال انسانوں کی فریاد قبول کرنے والا۔
مخلوقوں کی بھی تمام باتوں کو سننے والا۔
بیابانوں میں بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی کرنے والا۔
چمکتے ہوئے افلاک کو زینت عطا کرنے والا۔
بہنے والے (دریاؤں، نہروں اور سمندروں) کے ذریعے سے زمین کو زینت دینے والا۔
ہواؤں کو چلانے والا
طوفانوں کے تھپیڑوں میں کشتیوں کو چلانے والا۔
بوجھل بادلوں کو ایک دوسرے سے ملانے والا۔
وہ پہاڑ جن کی جڑیں [illegible] میں داخل ہیں انھیں اسیر کر لینے والا۔

پیغمبروں کو بشارتوں کے ساتھ بھیجنے والا۔
مخلوقات کی حاجتیں پوری کرنے والا۔
اطاعتوں کو قبول کرنے والا۔
اپنے بندوں کے درجات بلند کر کے ان پر احسان کرنے والا۔
جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

وهو الذي جعلكم خلائف الأرض ورفع بعضكم فوق بعض درجات ليبلوكم

(اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین بنایا۔
اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت عطا کی۔
تاکہ تم لوگوں کا امتحان لے) ——— (سورہ انعام آیت ۱۶۵)

نذرانۂ عقیدت

یا بنی طٰہٰ ونون والقلم
حبکم فرض علی کل الامم
من یدانیکم ولولاکم لما
خلق اللوح ولا اجری القلم
انتم اکرم ان عد الوری
انتم اعلم ماشی بقدم
انتم للدین اعلام اذا
غاب منکم علم لاح علم
فوض اللہ الیکم امرہ
فحکمتم حسب ما شاء حکم
وبکم تفخر املاک العلی
ولکم نحن عبید وخدم!

(اے طٰہٰ کی اولاد ——
اے «ن» —— والقلم کے شہزادو ——
آپ لوگوں کی محبت، تمام امتوں پر فرض ہے ——
کون —— آپ لوگوں سے ہمسری (کا دعویٰ) کر سکتا ہے؟
جبکہ —— اگر آپ حضرات نہ ہوتے ——
تو نہ "لوح" پیدا ہوتی —— اور نہ
قلمِ (قدرت) حرکت میں آتا۔

اگر کائنات (کی اشیاء) کو شمار کیا جائے —— تو آپ حضرات ہی
سب سے زیادہ معزز ہیں۔
اور جن لوگوں نے بھی زمین پر قدم رکھا —— ان میں
سب سے زیادہ، صاحبانِ علم آپ ہی ہیں ——
آپ حضرات دین کے نشانات ہیں ——
اگر کوئی پرچم سامنے سے ہٹ بھی جائے —— تو ——
اس کی جگہ دوسرا پرچم نمایاں ہو جاتا ہے۔
خداوندِ عالم نے آپ حضرات کو اپنے امر کا مرکز قرار دیا ہے
لہٰذا —— جو حکم بھی آپ حضرات دیں گے ——
وہ درحقیقت (خداوندِ عالم ہی کا) حکم ہوگا۔
بلندیوں کے مالک —— آپ ہی لوگوں پر فخر کرتے ہیں۔
(ہم) غلام اور خدمت گار سب آپ پر فدا ہیں)

حرفِ حق

احبکم یا بنی الزهراء محتسبا
وحب غیری حب غیر محتسب
لا حاجة لی الی الخلق ولا ارب
الا الیکم وحسبی ذالک من ارب
ما طاب لی مولدی الا بحبکم
یا طیبون ولولا ذاک لم یطب
انتم بنو المصطفیٰ والمرتضیٰ نسب
من کل منتجب سامی بمنتجب
انتم بنو شاهد النجوی من الغیب
انتم بنو صاحب الآیات والعجب
انتم بنو خیر من یمشی علی قدم
بعد النبی مقال الحق لا کذب

اے سادات اولادِ زہراؑ میں آپ سے پُرخلوص محبت رکھتا ہوں۔
جبکہ میرے علاوہ دوسرے لوگوں کی محبت ایسی نہیں ہے
مجھے مخلوقات میں کسی سے کوئی حاجت نہیں ہے
سوائے آپ لوگوں کے ..... اور یہی کافی ہے۔
میری پیدائش ہی نے آپ حضرات کی محبت کے سبب پاک قرار پائی
اگر آپ نہ ہوتے، تو ہمیں پاکیزگی نہ ملتی

آپ حضرات، جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہی اولاد ہیں۔
اور جناب علی مرتضیٰ کی ہیں۔
ہر وہ شخص جسے نجیب و پرہیزگار قرار دیا جاسکے
آپ ان سب سے زیادہ نجیب ہیں۔
آپ حضرات اُس پیغمبر اکرمؐ کی اولاد ہیں جو
غیب کے امور کا مشاہدہ کرنے والے تھے
آپ حضرات صاحبِ معجزات اور عجائب و غرائب پر
قدرت رکھنے والی شخصیت کی اولاد ہیں
آپ اُس مولائے کائنات کی اولاد ہیں
جو پیغمبر اکرم کے بعد زمین پر قدم رکھنے والے تمام
حضرات سے افضل ہیں۔
اور یہ ایسی سچی بات ہے جس میں جھوٹ کی آمیزش نہیں ہے۔

مصنف کی حرف

نشر ودیع رسول الله اصل غصوننا
وایکتما طوبی وللغرس غارس

علیهم لاجلال النبوة هیبة
یشار الیهم والرؤوس نواکس

وقد توجوا بالعلم واستلهموا الهدی
بهم تحسن الدنیا وتزهو المجالس

فاحمد فیهم والرسول ووصیه
کرام لهم اکرمون الفوارس

نجوم واعلام اذا غاب انجم
انرن انجم فاشرق دامس

ینابیع علم یستفیض بحکمة
هداة اذا ما جاء للعلم قابس

خاندانِ رسالت کی ٹہنیاں بنیادی طور سے
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاخیں ہیں۔
طوبیٰ سے ان کا رشتہ استوار ہے۔
ان پر عظمت وجلالت نبوت کی ہیبت ہے۔
جب سب لوگوں کے سر جھکے ہوئے ہوں (تب بھی عظمت وکرامت
کے ذکر میں) ان ہی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

ان کے سروں پر علم کا تاج ہے
ہدایت کا انھیں خزینہ دار بنایا گیا ہے۔
ان ہی کے ذریعے سے دنیا میں حسن وخوبی ہے،
اور ان ہی کے ذریعہ مجالس بارونق ہیں۔
احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے
وصی (برحق امیر المومنین علی بن ابی طالب) اور پیغمبر اکرم کے نواسے
(حسن وحسین بھی (اسی خاندان) میں ہیں۔
یہ سب بلند مرتبہ شہسوار ہیں۔
بندگی اور عبادت ان کے دامن سے وابستہ ہے
یہ (آسمان جلالت کے درخشندہ) ستارے ہیں۔
اور رہنمائی کے نشانات ہیں۔
اگر ایک ان میں سے غروب بھی ہو جائے تو دوسرا ستارہ
اس کی جگہ چمکنے لگتا ہے اور اندھیروں کو ختم کر کے (ہر طرف) روشنی پھیلا دیتا ہے۔
یہ علم کے سرچشمے ہیں
جن سے حکمت و دانائی کے سوتے نکلا کرتے ہیں۔
یہ ہادیان (برحق) اور رہنمایان (با صفات) ہیں
جب علم کے لیے کوئی (طالب علم) بن کر آئے۔

ان خاصانِ خدا کی بارگاہ میں بڑی مشکل اور دقت سے حاضر ہو کر کسبِ ہدایت حاصل کرنے کی اجازت کب مل سکتی تھی — لیکن پھر بھی امام علیہ السلام نے بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ اس طرح جاری فرمایا کہ اپنی دعاؤں میں طریقۂ بندگی کو سکھا دیا اور سلیقۂ زندگی بھی۔

چنانچہ صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں پر غور کیا جائے تو ان میں علم و معرفت، دانش و حکمت، تہذیبِ نفس، تدبیرِ منزل، حقوقِ بشر، عبد و معبود کے درمیان رابطہ... غرض تمام موضوعات پر ایسے ایسے جواہر ملتے ہیں جو ایک لمحہ میں قسمتِ فرد و بشر تبدیل کرنے کا سامان رکھتے ہیں۔

○

زیرِ نظر کتاب میں امام علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر ایک مختصر اجمالی نظر ڈالنے کے ساتھ آپ کے خاندانی فضائل و شرف، والدہ کی عظمت، واقعۂ عاشورہ کی مصیبت، آپ کے اخلاقِ حسنہ، حسنِ عمل، عفو و درگزر، سخاوت و بخشش، معجزات، کرامات، دربارِ یزید میں آپ کے خطبے، خانۂ خدا میں لاکھوں بندگانِ خدا کے سامنے آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف، آپ کے منصبِ امامت کے بارے میں عالمِ اسلام کی گواہی اور حجرِ اسود کے سامنے اطاعت کا اقرار جیسے موضوعات پر مستند تاریخی حوالوں کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

مالکِ دو جہاں محترم جاوید رضا نقوی صاحب کی توفیقات میں اضافہ کرے جنہوں نے اپنے مرحوم والدین کے ایصالِ ثواب کیلئے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا ہے۔

احقر

رضی جعفر نقوی

امامِ چہارم

حضرت زین العابدین علیہ السلام

کی

حیاتِ طیبہ

اوصاف، فضائل و مناقب، معجزات و کرامات

اور

طرزِ زندگی و بندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ سپاس

تمام تعریفیں خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ بہترین درود و سلام، کائنات کی سب سے بلند مرتبہ ہستی، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ——— اور اُن کے اہلبیت طاہرین علیہم السلام پر جو باعثِ تخلیقِ کائنات بھی ہیں، اور کشتیٔ نجات بھی۔

جو ان کے دامن سے وابستہ رہا وہ نجات پائے گا، اور جو اُن سے منحرف ہو گا وہ ہلاکتِ ابدی سے دوچار ہو گا۔

ماں باپ کو پروردگارِ عالم نے جو مرتبہ عطا کیا ہے وہ اس قدر بلند ہے اور نگاہِ قدرت میں اُن کی عظمت و جلالت اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ خالقِ کائنات نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا تذکرہ، براہِ راست فرمایا ہے۔

چنانچہ سورۂ مبارکہ "البقرہ" میں ارشاد ہوا:

"(اور جب ہم نے اولادِ یعقوبؑ سے عہد و پیمان لیا کہ،
تم لوگ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو گے) (سورہ البقرہ آیت ۸۳)

اور سورۂ مبارکہ "انعام" میں ارشاد ہوا:
(خداوندِ عالم کا حکم ہے کہ) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا)۔

اور سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل میں تو اسے ایک اٹل فیصلہ قرار دیا
چنانچہ ارشاد ہوا:

"اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہنا) اور پھر اس حُسنِ سلوک کی چند مثالیں بھی اسی آیت میں بیان کر دی گئیں، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

(اگر تمہاری موجودگی میں اُن دونوں میں سے کوئی ایک، یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو اُن کی (کسی بات پر) اُف نہ کہنا، نہ ان سے سخت لہجے میں بات کرنا (بلکہ) ان کے ساتھ شائستہ گفتگو کرنا۔
اُن کے سامنے اپنے بازو ئے (اطاعت و) تواضع کو جھکائے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ،

"پالنے والے ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ میرے بچپن میں انہوں نے میری پرورش کی)

(بنی اسرائیل، آیت ۲۳، ۲۴)

جس کے ذیل میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ،
اس آیت میں خداوندِ عالم نے اپنی عبادت کے بعد دوسرے نمبر پر والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے جس سے والدین کی اطاعت، ان کی خدمت، اور اُن کے ادب و احترام کی اہمیت واضح ہے۔
گویا ربوبیتِ الٰہی کے تقاضوں کے ساتھ، اطاعتِ والدین کے تقاضوں کی ادائیگی ضروری ہے۔

احادیث میں بھی اس کی اہمیت اور تاکید کو خوب واضح کیا گیا ہے
پھر بڑھاپے میں بطورِ خاص، اُن کا خیال کرنے کا حکم دیا گیا ہے
کیونکہ یہ وہ دور ہوتا ہے جب اُن کے قویٰ مضمحل ہو چکے ہوتے ہیں،
اور کمزوری کے سبب کارگاہِ حیات کی متعدد مصروفیات میں حصہ لینا
ان کے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔

۵)

والدین کی خوش نصیبی ہے جسے اپنے ماں باپ کی خدمت کا موقع ملے،
کیونکہ اولاد کے پاس جو کچھ بھی موجود ہوتا ہے اس میں یقیناً والدین کی محنت
اور بھرپور دعاؤں کا بہت حصہ ہے۔
انسان چاہے زندگی کے کسی حصے میں ہو، اور اس کی عمر کا کوئی دور گزر رہا
ہو، وہ والدین سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔
لیکن بہرحال یہ بات بھی اپنی جگہ اٹل حقیقت ہے کہ،

جب اجل آگئی پھر کسی نے ٹالی ہے کون بچا

۶)

میں اور میرے بھائی بہن بھی چند سال قبل اپنے ماں باپ کے سایۂ شفقت سے
محروم ہو گئے اب وہ دونوں اس جہانِ فانی سے جدا ہو کر عالمِ جاودانی
میں پہونچ چکے ہیں۔
مالکِ دو جہاں بطفیلِ چہاردہ معصومین علیہم السلام انہیں جنت الفردوس
کی بہترین نعمتوں سے سرفراز فرمائے ان کی قبروں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور
روزِ قیامت حضرت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کی شفاعت نصیب فرمائے۔
اُن کی برسی کے موقع پر یہ کتاب حضرت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کی بارگاہ میں

ہدیہ کرتے ہوئے آرزو مند ہوں کہ مالکِ دو جہاں، حضرت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام
کے طفیل اس کا اجر و ثواب میرے والدین کی ارواح کو عطا کرے۔
میں حجۃ الاسلام علامہ سید ذیشان حیدر جعفری نقوی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں
نے عالمِ اسلام کے قیمتی ذخیرے سے امام چہارم حضرت زین العابدینؑ کی
زندگی کے بارے میں گراں بہا جواہر کو عام فہم زبان میں پیش کیا، جس سے صاحبانِ ایمان
فیض حاصل کر کے اور امامؑ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے سعادتِ دارین حاصل کر سکتے ہیں۔
بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے چند احباب کا شکریہ ادا نہ کروں کہ جن کی ذاتی دلچسپی
مشاورت اور قدم قدم پر رہنمائی زیرِ نظر کتاب کو اس کی موجودہ شکل تک لانے میں مجھے
حاصل رہی اور یہ کتاب مختلف مراحل سے گذر کر بروقت آپ تک پہنچ پائی ہے ان افراد میں
سید امتیاز رضا زیدی (یونیورسل گرافکس)، سید ثقلین رضا (العصر پبلشر) سید امتیاز عباس
(العصر پبلشر) اور جناب سید فضل عباس نقوی صاحب شامل ہیں۔ میں ان تمام احباب کا
دل کی گہرائیوں سے مشکور و ممنون ہوں اور بارگاہِ رب العزت میں ان کی صحت، درازیِ عمر،
ترقی و کامرانی اور خوشحالی کے لئے دعا گو ہوں پروردگار ان حضرات کو اپنے حفظ و
امان میں رکھے (آمین)
آخر میں تمام مومنین و مومنات سے التماس ہے کہ میرے والدین،
سید اولاد علی نقوی ابنِ سید حسین نقوی اور سیدہ حسن بانو (چاندی) بنتِ سید
اختر حسین زیدی میری اہلیہ سیدہ تحسین زہرا و جملہ مومنین و مومنات اور شہدائے حق کیلئے
سورۂ فاتحہ پڑھ کر مشکور فرمائیں۔

والسلام
احقر العباد
سید سجاد رضا نقوی
(یونیورسل گرافکس)

خاندانی فضل و شرف

چونکہ خدائے عالم نے جس طرح سے انبیائے کرام میں بعض کو بعض پہ فضیلت دی ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(ان پیغمبروں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے)

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۳)

اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اشرف الانبیاء والمرسلین ہیں، اُن کے ذکر کو قیامت تک کے لئے بلندی عطا کی ہے۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلندی عطا کی)

(سورۂ مبارکہ ''الانشراح'' آیت ۴)

اسی طرح آپ کے خاندان کو پوری کائنات میں فضل و شرف کے اعتبار سے سب سے بلند اور ممتاز قرار دیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت کا مشہور ارشادِ گرامی ہے کہ:

"خداوندِ عالم نے تمام مخلوقات میں سے قریش کو قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے (اور میری عترت) کو

منتخب کیا ہے"

(نقل بالمعنی)

نیز آپ کا یہ فرمانِ گرامی بھی عالمِ اسلام کی معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ:

"ثُمَّ اَزَلْ اَتَقَلَّبُ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ —"

(میں ہمیشہ طیب و طاہر اصلاب سے گذرتا ہوا پاک و پاکیزہ ارحام میں پہنچا) " ———— (نقل بالمعنی)

اور قرآن مجید کی آیت:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا

(خداوندِ عالم نے کلمۂ طیبہ کی مثال پیش کی ہے، جیسے شجرۂ طیبہ جس کی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے، وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر آن پھل دیتا ہے)

(سورۂ ابراہیم آیت ۲۴)

کی تفسیر میں، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ:

"اس درخت کی جڑ میں ہوں، علی اُس کا تنہ، ان کی اولاد

میں سے) ائمہ (طاہرینؑ) اس کی شاخیں ہیں)

۶

اور سورۂ مبارکہ "المومنون" میں ارشادِ قدرت ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ ...

(پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا تو لوگوں کے درمیان قرابت داریاں (باقی) نہیں رہیں گی) (سورہ ۲۳، آیت ۱۰۱)

جس کی تفسیر میں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد بھی اربابِ تفسیر نے نقل کیا ہے کہ:

"قیامت کے دن، میرے حسب نسب کے علاوہ سارے حسب نسب منقطع ہو جائیں گے۔"

(گویا حضورِ اکرمؐ کے خاندان کا وہاں بھی لحاظ رکھا جائے گا)

اور سورۂ مبارکہ "الفرقان" کی آیت:

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا ؕ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا

(وہ (خدا) ہی تو ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا، اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے)

(سورہ ۲۵، آیت ۵۴)

کے بارے میں جناب ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ:

"یہ آیت حضرت رسولِ خدا اور جناب امیرالمومنینؑ کے بارے میں نازل ہوئی کہ آنحضرتؐ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور

اُن کی بیٹی (حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا) کے شوہر بھی۔

اس طرح حضرت علی علیہ السلام پیغمبرِ اکرمؐ کے صاحبِ نسب بھی تھے اور صہر بھی۔"

(ملاحظہ فرمایئے: الفصول المہمہ)

۷

امام چہارم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلۂ نسب پر غور کیا جائے تو آپ دین و دنیا، دونوں سلطنتوں کے ورثہ دار نظر آتے ہیں۔

آپ کے والدِ ماجد، سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام، جو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے بھی ہیں اور جوانانِ جنت کے سردار بھی۔

اور آپ کی والدہ ماجدہ، جنابِ شہر بانو (بنت یزدجرد) ایران کے بادشاہ کی دخترِ نیک اختر ہیں۔

اس جگہ اس روایت کا ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا جسے برادرانِ اہلسنت کے ممتاز عالمِ دین "الشیخ حموینی" نے معتبر اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

ایک روز مہاجرین و انصار کا ایک بڑا اجتماع تھا، جس میں لوگ اپنے اپنے فضائل و مناقب اور اپنی دینی خدمات بیان کر کے فخر و مباہات کر رہے تھے ــــــ اس جگہ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام بھی موجود تھے، مگر آپ نے کچھ بھی نہیں فرمایا تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ:

"اے ابوالحسن! آپ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا؟

یہ سُن کر آپؑ نے فرمایا کہ:

"جو لوگ موجود ہیں، سب ہی نے اپنے محامد کا ذکر کیا......
لیکن میں تم لوگوں سے دریافت کرتا ہوں:

"اے قریش (سے تعلق رکھنے والے مہاجرین) اور اے انصار!
یہ بتاؤ کہ (جن فضائل کا تم لوگوں نے ذکر کیا ہے) یہ سب فضیلتیں
تم لوگوں کو اپنی ذات، اپنے قبیلے، اپنے گھر والوں کے ذریعے سے
ملی ہیں یا کسی اور کے ذریعہ سے۔!؟

سب نے اعتراف کیا کہ:

"نہ تو یہ ہماری ذاتی فضیلت تھی نہ اہلِ خاندان سے ملی، نہ قوم و
قبیلے کے ذریعہ سے، بلکہ خداوندِ عالم کی عطا اور حضرت محمد مصطفےٰ
اور ان کے خاندان کا احسان ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "تم لوگوں نے سچ کہا۔
(اچھا یہ بتاؤ) کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ حضرت رسولِ خدا نے
فرمایا ہے کہ:

"انی واھل بیتی کنا نوراً یسعی بین یدی اللّٰہ تعالیٰ
قبل ان یخلق اللّٰہ عزوجل آدم باربعة عشر الف سنة
فلما خلق اللّٰہ تعالیٰ آدم وضع ذلک النور فی صلبه واھبطه
الی الارض، ثم حمله فی السفینة فی صلب نوح، ثم قذف
به فی النار فی صلب ابراھیم، ثم لم یزل اللّٰہ عزوجل
ینقلنا من الاصلاب الکریمة الی الارحام الطاھرة ومن الارحام الطاھرة
الی الاصلاب الکریمة من الاٰباء والامھات،

لم یکن منھم علی سفاح قط۔"

"میں اور میرے اہلبیتؑ نُور کی شکل میں، خلقتِ آدمؑ سے
۱۴ ہزار برس قبل، خداوندِ عالم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔
جب خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نُور کو اُن کے صلب
میں رکھ کر انھیں زمین پر اُتارا۔
پھر اس نور کو جناب نوحؑ کے صلب میں منتقل کیا۔ اس وقت
وہ کشتی میں سوار تھے۔
اس کے بعد (اسی طرح نسلاً بعدِ نسلٍ یہ نُور منتقل ہوتا رہا، یہاں
تک کہ) جب جناب ابراہیمؑ (کو) آگ میں پھینکا گیا تو یہ نُور (اُن) کے صلب
میں (موجود تھا)
اس کے بعد، خداوندِ عالم مسلسل اس نُور کو معزز صلبوں سے
پاک و پاکیزہ رحموں اور پاک و پاکیزہ رحموں سے معزز صلبوں میں
میں منتقل کرتا رہا۔
(اس سلسلۂ نسب میں جتنے) باپ اور جتنی مائیں (گذریں وہ سب
پاک و پاکیزہ تھے کوئی غلط کاری کبھی شامل ہی نہیں ہوئی) ——
یہ سن کر وہاں موجود سابقین... اہلِ بدر اور اہلِ اُحد وغیرہ نے گواہی
دی کہ:

"بیشک یہ باتیں ہم نے رسولِ خدا سے خود سُنی ہیں!"

(ملاحظہ فرمایئے: غایت المرام: بحرانی۔ صفحہ ۴۸)

والدِ ماجد

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے والدِ ماجد،

خامسِ آلِ عبا، سید الشہداء، سردارِ جوانانِ جنان، فرزندِ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں،

جن کی ولادت باسعادت، ۳ شعبان المعظم سنہ ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تقریباً ۷ سال تک اپنے جدِ نامدار (حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سایۂ عاطفت میں رہے۔

جس کے بعد ۲۵ سال تک زمانہ کے جبر و استبداد اور باپ کی مظلومیت کا مشاہدہ کیا۔

پھر (سنہ ۳۵ھ سے سنہ ۴۰ھ تک) جب آپ کے پدرِ بزرگوار (امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام) منصبِ حکومت پر جلوہ افروز تھے اور مخالفین کی طرف سے جنگ جمل و صفین و نہروان میں معرکۂ کارزار گرم ہوا آپ اپنے پدرِ بزرگوار کے دوش بدوش، دشمنانِ دین کی سرکوبی کرتے رہے۔

باپ کی شہادت کے بعد آپ کے برادرِ بزرگ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے ۶ ماہ تک حکمرانی کی جس کے بعد بے رحمیٔ زمانہ دیکھتے ہوئے گوشہ نشینی اختیار کی تو حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی کا پورا ساتھ دیا۔

سنہ ۵۰ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تب بھی اُس معاہدہ کی بناء پر جو امام حسنؑ نے فرمایا تھا، امام حسینؑ نے دس سال خاموشی کی زندگی گزاری۔

سنہ ۶۰ ہجری میں رجب کے مہینے میں امیرِ شام کے انتقال کے بعد اُس کے بیٹے یزید نے امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا، تو آپ نے اس فاسق و فاجر کی بیعت سے انکار اور شہادت کی راہ اختیار کی اور مکۂ مکرمہ میں چند ماہ قیام کے بعد کربلائے معلیٰ کی طرف سفر کیا، جہاں ۱۰ محرم کو اپنے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، خاندان کے افراد، اور اعوان و انصار کے ساتھ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[1] اور بقولِ شاعر؎

[illegible] از خاک، تنِ خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

[1] ہر سال گزشتہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی سوانح حیات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے اس لئے اس جگہ مختصر تذکرہ [illegible] (مولف)

مادرِ گرامی

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مادرِ گرامی کے بارے میں جیسا کہ مورخین کے درمیان مشہور ہے اور سید المحققین جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ، اور سراج المتکلمین جناب علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ:

"شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد" — "جو شہربانو کے نام سے مشہور ہوئیں"

امیرالمومنین حضرت علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری کے زمانہ میں آپ ایران سے آئیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے اُن کا عقد ہوا۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ:

حضرت امیرالمومنینؑ نے حریث بن جابر جعفی کو بعض بلادِ شرق (خراسان) کا والی مقرر کر کے بھیجا اور حریث نے یزدجرد کی دو بیٹیاں جنابِ امیرؑ کی خدمت میں ایران سے بھیجیں۔

آپؑ نے ایک بیٹی (شاہ زنان — عرف شہربانو) کو حضرت امام حسینؑ کی، اور دوسری بیٹی (گیہان بانو) کو محمد بن ابی بکرؓ کی زوجہ قرار دیا —

جناب شہربانو سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام — اور

گیہان بانو سے "قاسم بن محمدؒ" پیدا ہوئے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۹
کشف الغمہ علامہ اربلی
اعلام الوریٰ طبرسی — صفحہ ۱۵۱
جامع التواریخ صفحہ ۱۳۹ — اور
عمدۃ الطالب — صفحہ ۱۹۱ وغیرہ

بعض اربابِ تاریخ کا بیان ہے کہ:

خلیفۂ دوم کے زمانہ میں جب مدائن فتح ہوا تو "شاہ زنان" غنیمت میں آئیں اور جنابِ امیرؑ نے قیمت ادا کر کے ان کا عقد امام حسین علیہ السلام سے فرما دیا۔

لیکن یہ روایت کئی وجہوں سے ناقابلِ قبول ہے۔

مورخین کا اتفاق ہے کہ "مدائن" صفر ۱۶ھ ہجری میں فتح ہوا — حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

- معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۳۱۳ (دار دو بریر فتوح العجم از واقدی)
- تاریخ ابوالفداء، جلد ۱ صفحہ ۱۱۱
- تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۸۱
- تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۱۱
- فتوحاتِ اسلامیہ جلد ۱ صفحہ ۵۹
- تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۱ (وغیرہ)

جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت ۳ شعبان ۴ھ کو ہوئی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ فتحِ مدائن کے موقع پر آپ کی عمر ۱۱ سال چند ماہ تھی۔

اسی کے ساتھ، اگر اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے کہ صفر سنہ ۳۱ ہجری میں بادشاہ یزدجرد کی عمر مورخین نے ۲۲ سال لکھی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی بیٹی (جنابِ شہربانو) اُس وقت زیادہ سے زیادہ چار سال کی ہوگی؟

اس بات میں کیا معقولیت نظر آتی ہے کہ تین چار سال کی بچی جو جنگ میں گرفتار ہو کر آئی ہے، اس کی شادی جوانانِ جنت کے سردار امام حسینؑ سے انجام دی جائے، جو اس وقت صرف ۱۱ سال کے تھے!؟

جبکہ آپ کے بڑے بھائی جنابِ امام حسن علیہ السلام، جو آپ سے تقریباً ایک سال بڑے تھے، اُن کی عمر اُس وقت ۱۲ سال چند ماہ تھی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر شاہِ ایران کی بیٹی سے جنابِ امیرؑ کو اپنے فرزند کی شادی کرنی ہی تھی، تو حضرت امام حسنؑ بڑے بھائی تھے، اُن سے کیوں نہ کردی،

اسی کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ:

حضرت رسولِ خداؐ کی شادی جنابِ خدیجہؑ سے ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی۔

حضرت امیرالمومنینؑ کی شادی جنابِ فاطمہ زہراؑ سے اُس وقت ہوئی جب جنابِ امیرؑ کی عمر تقریباً ۲۵ سال تھی۔

خود امام حسنؑ کی شادی اُس وقت ہوئی ہے جب اُن کی عمر ۱۵ سال کے قریب تھی

تو امام حسینؑ کی شادی "۱۱" سال کے سن میں کیوں کردی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ "مدائن" کی فتح جس پر اس پورے واقعہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اسی کے [illegible] میں مورخین نے سخت مغالطہ کیا ہے

چنانچہ بیسویں صدی کے نامور مورخ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ:

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ:

"جب فارس فتح ہوا تو شہنشاہ یزدجرد کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ آئیں، خلیفۂ وقت نے عام کنیزوں کی طرح انھیں فروخت کرنے کا حکم دیا۔

لیکن حضرت علی علیہ السلام نے منع کیا کہ خاندانِ شاہی کے ساتھ ایسا سلوک مناسب نہیں...

اور پھر (آپ کے فیصلے کے مطابق، ان لڑکیوں میں سے) ایک کو حضرت امام حسینؑ اور دوسری کو محمد بن ابی بکرؓ کی زوجہ قرار دیا گیا)۔

اس غلط قصے کی حقیقت یہ ہے کہ:

"زمخشری نے — جن کو فنِ تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں — "ربیع الابرار" میں اس کو لکھا، اور ابنِ خلکان (نامی مورخ) نے حضرت امام زین العابدینؑ کے حالات میں، یہ روایت (زمخشری) کے حوالے سے نقل کردی۔

لیکن یہ محض غلط ہے۔

اول تو زمخشری کے سوا، طبری، ابنِ اثیر، یعقوبی، بلاذری، ابنِ قتیبہ وغیرہ میں سے کسی نے اس واقعے کو نہیں لکھا۔

اور زمخشری کا فنِ تاریخ میں جو پایہ ہے، وہ ظاہر ہے (کہ وہ اس فن سے واقف ہی نہیں)!

اس کے علاوہ:

تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔

خلیفۂ ثانی کے عہد میں یزدجرد اور خاندانِ شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو حاصل نہیں ہوا تھا۔

مدائن کے معرکے میں، یزدجرد مع تمام اہل و عیال کے دارالسلطنت سے

نکلا اور سلیمان پہنچا۔

جب مسلمان خراسان کی طرف بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا —— اور پھر کرمان وغیرہ میں گھومتا رہا۔

"مرو" میں پہنچ کر ۳۱ ہجری میں جو حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ ہے (یزدجرد) مارا گیا۔

اس کے کل آل اولاد گرفتار ہوئے ہونگے تو اسی وقت گرفتار ہوئے ہونگے مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یزدجرد کا قتل کس عہد میں ہوا —— ؟

اس کے علاوہ:

جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت امام حسینؑ کی عمر ۱۲ سال (بلکہ اس سے بھی کم) تھی ....

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: الفاروق مؤلفہ شبلی نعمانی جلد ۲ صفحہ ۳۰)

◆

عہدِ حاضر کے نہایت جلیل القدر محدث، جناب شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مادرِ گرامی کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ہے:

"والدۂ مکرمہ آن حضرت، علیا مخدرہ "شہربانو" دختر یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن انوشیروان پادشاہ عجم بودہ۔"

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۳)

(حضرت امام زین العابدینؑ کی مادرِ گرامی، عالی مرتبت مخدرۂ جناب

شہربانو تھیں، جو یزدجرد بادشاہ کی بیٹی تھیں۔

یزدجرد، شہریار نامی بادشاہ کا بیٹا تھا۔

شہریار، پرویز نامی بادشاہ کا فرزند تھا۔

پرویز کے والد ہرمز بادشاہ تھے۔

اور ہرمز کے پدر بزرگوار کا نام "نوشیرواں" ہے جو ایران کا نہایت مشہور) بادشاہ گذرا ہے (اور جن کے عدل و انصاف کے چرچے عالمگیر حیثیت رکھتے ہیں)

(۷)

ملتِ جعفریہ کے ایک اور ممتاز عالمِ دین، عالی جناب شیخ حرِ عاملی نے ارجوزہ میں، آپ کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

وَ اُمُّهٗ ذَاتُ الْعُلیٰ وَالْمَجْدِ
"شَاهُ زَنَانُ" بِنْتُ یَزْدَجَرْدِ
وَهُوَ ابْنُ شَهْرِیَارَ ابْنِ کِسْریٰ
ذُوْ سُؤْدَدٍ لَیْسَ یَخَافُ کَسْریٰ

(امام کی مادرِ گرامی، صاحب مجد و شرف شاہ زنان (جناب شہربانو) یزدجرد کی بیٹی تھیں، جو شہریار بادشاہ کی اولاد، اور شہریار کسریٰ (نوشیروان عادل) کی اولاد ہے۔ جو صاحب شرف تھے، اور جنہیں کوئی اندیشۂ زیاں نہیں تھا)

ملاحظہ فرمائیے: منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۳

(۸)

علامہ مجلسیؒ کی روایت ہے کہ: (مدینہ پہنچنے سے کچھ عرصہ قبل) ——

جنابِ شہربانوؑ نے خواب میں یہ منظر دیکھا کہ:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چھوٹے نواسے (حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ، ان کے گھر آئے اور ان کے گھر والوں) سے فرمائش کی کہ (شہربانو کو میں اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں، پھر امام حسینؑ کے ساتھ ہماری شادی کر دی۔

جب جنابِ شہربانوؑ صبح کے وقت خواب سے بیدار ہوئیں، تو انہوں نے اپنے دل میں حضرت امام حسینؑ کی ایک خاص عقیدت و محبت محسوس کی، اور خورشید امامت کو اپنے قلب میں جلوہ گر پایا۔

اگلی شب، خاتونِ جنت، جنابِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا خواب میں تشریف لائیں اور مجھے اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ اور فرمایا کہ:

"عنقریب مسلمانوں کے لشکر کو تمہارے والد کے لشکر کے مقابلے میں کامیابی نصیب ہوگی، اور تمہیں قیدی بنا کر (مدینہ) لایا جائے گا، اور تم بہت جلد میرے فرزند حسینؑ (کی زوجیت) میں آجاؤ گی، اور (اگرچہ تم قیدی ہو گی، لیکن) میرے فرزند کی خدمت میں پہنچنے تک (کسی بھی مرحلے پر) کوئی شخص تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔"

جنابِ شہربانوؑ کہتی ہیں کہ):

خداوند عالم نے ہر مرحلے پر میری حفاظت فرمائی، اور کسی شخص نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا، یہاں تک کہ میں سلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ پہونچی، اور جب میں نے حضرت امام حسینؑ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ:

یہ تو وہی ہیں، جو خواب میں حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ تشریف لائے تھے، اور آنحضرتؐ نے ان ہی کے ساتھ میرا عقد

پڑھا تھا...

(ملاحظہ فرمائیے، جلاء العیون صفحہ؛
بحوالہ منتہی الامال)

(۲)

مورخین کرام نے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ:

جنابِ شہربانو جن کا قدیم نام "جہان شاہ" تھا، حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ نام تبدیل کر کے ان کا نام شہربانو رکھا ——— جب امام حسین علیہ السلام کی زوجیت میں آئیں تو جنابِ امیرؑ نے اپنے فرزندِ ارجمند (امام حسینؑ) کی طرف دیکھ کر فرمایا:

یا ابا عبداللہ ——— لیلدن لك منها غلام، خیر اھل الارض۔

(اے ابو عبداللہ۔
(ان خاتون) کے ذریعہ سے تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہوگا)

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۹)

✿✿✿✿

ولادتِ باسعادت

مشہور قول کے مطابق:

آپ کی ولادت ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ (مطابق ۶۵۸ء) کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

جیسا کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

وکان مولد علی بن الحسین علیہ السلام بالمدینۃ سنۃ ثمان وثلاثین من الھجرۃ۔

فبقی مع جدہ امیر المومنین (ع) سنتین۔

ومع عمہ الحسن (ع) اثنی عشرۃ سنۃ۔

ومع ابیہ ثلاثہ وعشرین سنۃ۔

و بعد ابیہ اربعا وثلاثین سنۃ۔

(امام چہارم علی بن الحسین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں سنہ اڑتیس ہجری میں ہوئی۔

آپ اپنے جدِ بزرگوار امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ دو سال رہے۔

اپنے عم محترم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ ۱۲ سال،
اپنے پدر عالی قدر کے ساتھ ۲۳ سال
اور اپنے والدِ ماجد کے بعد چونتیس (۳۴) سال (دنیا میں) زندگی گذاری۔

(ارشاد شیخ مفید مترجم ۲، ۱۵۰)

حسن و جمال

اصحابِ تاریخ نے معتبر ذرائع سے یہ بات تحریر کی ہے کہ دنیا بھر کے خاندانوں میں بنی ہاشم کے افراد سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

اور خاندانِ بنی ہاشم میں، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلبیت طاہرین حسن و جمال میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حُسن و جمال اور شوکت و جلال کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ:

آن حضرت جمال و جلال و صولت باکمال داشت
هرکه را نظر بر چهرهٔ مبارکش می افتاد بجز اعزاز
واحترام چاره نمی دید۔

(امام علیہ السلام صاحبِ جمال بھی تھے اور صاحبِ جلال بھی۔
اور باکمال شوکت کے مالک تھے جس شخص کی نظر بھی آپؑ کے چہرۂ مبارک پر پڑتی تھی، وہ حضرت کے اعزاز و احترام اور عزت و اکرام کرنے پر خود بخود مجبور ہو جاتا تھا)

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:
وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۱۹)

قد و قامت کے بارے میں بیشتر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ:
آپ اوسط قد و قامت کے مالک تھے۔
اور بدن اکہرا تھا۔
لیکن چہرے پر ایسی نورانیت اور ہیبت تھی کہ دیکھنے والے کی نگاہیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے:
نور الابصار ص۱۲۶، اخبار الدول ص۱۰۹ وغیرہ)

◆

امام علیہ السلام کے حُسن و جمال کے بارے میں، عالم اسلام کے نہایت جلیل القدر عالم دین، اور اپنے زمانہ کے سب سے مستند فقیہ اور مذہبی رہنما شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ابو جعفر محمد بن اسمٰعیل کی روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

حج علی بن الحسین (ع)، فاستجهر الناس من
جماله وتشوقوا له وجعلوا يقولون:
من هذا — من هذا —؟
تعظيماً له و اجلالاً لمرتبته

(حضرت علی بن الحسینؑ، امام زین العابدینؑ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو بندگانِ خدا، آپؑ کے حسن و جمال کو دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔
ہر ایک آپؑ (کے دیدار) کا مشتاق ہو کر، (گویا آپؑ کی طرف کھنچا چلا آ رہا تھا۔

اور آپ کی شوکت و عظمت، اور ہیبت و مرتبے کی جلالت دیکھ کر بے ساختہ ایک دوسرے سے دریافت کر رہے تھے کہ:

"یہ (جوان گورا) کون ہیں۔؟
اس قدر حسین و جمیل ——— کس کی ہستی ہے)؟

(ملاحظہ فرمایئے:
ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۹۱)

اسم گرامی اور القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے پدر بزرگوار (امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام) سے اس قدر الفت تھی کہ:

آپ نے اپنے ہر فرزند کا نام "علیؑ" رکھا تھا:

(۱) "علی" ——— زین العابدینؑ

(۲): "علی اکبر۔"

(۳): "علی اصغر۔"

شہزادہ علی اکبرؑ اور شہزادہ علی اصغرؑ ——— دسویں محرم ۶۱ھ ہجری کو، عاشور کے دن کربلا کی سرزمین پر، تین دن کی بھوک و پیاس کی حالت میں شہید ہوئے ——— اور حضرت امام زین العابدینؑ کو پروردگار عالم نے اپنی خاص حکمت سے اس طرح بیمار کر دیا کہ وہ بستر سے اٹھنے کے قابل نہ رہے۔

اور عصر عاشور، حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب خیموں میں آگ لگائی گئی تو آپ کی پھوپھی جناب زینب سلام اللہ علیہا، اپنے ہاتھوں پر بیمار بھتیجے کو اٹھا کر باہر لائیں۔ اور اس طرح وارث امامت کی حفاظت فرمائی۔

۵

امام زین العابدین کے متعدد القاب ہیں:

◁ سید العابدین

◁ عابد۔

◁ سجاد۔

◁ سید الساجدین۔

◁ زین الصالحین۔

◁ وارث علم النبیین۔

◁ منار القانتین۔

◁ الخاشع۔

◁ المتہجد۔

◁ الزاہد۔

◁ ذوالثفنات۔

◁ البکاء۔

◁ العدل۔

◁ الزکی

◁ الامین۔

◁ سید الصابرین۔

◁ امام الائمہ۔

◁ ابو الائمہ۔

لیکن سب سے مشہور لقب:

◁ "زین العابدین"

ہے۔ اور یہ اتنا زیادہ مشہور ہے کہ آپ کے نام سے زیادہ شہرت، آپ کے لقب کو حاصل ہے، چنانچہ جب بھی ائمہ اثنا عشر کو نام بنام یاد کیا جاتا ہے تو بچے، جوان اور بوڑھے سب یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

اب اگر کوئی مزید تشریح کے لئے پوچھے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا اصلی نام کیا تھا تو کہا جائے گا: "علیؑ" (ابن الحسینؑ)

آپ کے مشہور ترین لقب "سجاد" کے بارے میں حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ:

ان ابی علی بن الحسین ما ذکر للہ عز و جل نعمة علیه الا سجد، ولا قرأ آیة من کتاب الله عز و جل فیها سجود الا سجد، ولا دفع الله عز و جل عنه سوء ا یخشاه او کید کائد الا سجد، ولا فرغ من صلوة مفروضة الا سجد، ولا وفق لاصلاح بین اثنین الا سجد، وکان اثر السجود فی جمیع مواضع سجوده۔

فسمی السجاد لذلک

میرے پدر بزرگوار (حضرت) علی بن الحسینؑ (امام زین العابدینؑ) جب بھی خداوند عالم کی کسی... نعمت کو یاد کرتے تو سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔

قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں سجدہ کا ذکر ہوتا، تو آپ سجدہ فرماتے تھے۔

اور جب بھی کسی ایسی پریشانی کو، خداوند عالم دور کرتا جس کا اندیشہ ہوتا — یا کسی کے مکر کا ازالہ فرما دیتا، تو سجدہ کرتے۔

جب کسی واجب نماز سے فارغ ہوتے تو سجدہ فرماتے۔

جب دو افراد کے درمیان مصالحت کرانے میں کامیابی ہوتی،
تو سر بسجود ہو جاتے۔

اور آپ کے تمام اعضائے سجود پر سجدہ کے نشانات تھے۔
اسی بناء پر آپ "سجاد" کے نام سے (مشہور) ہوئے)

(ملاحظہ فرمائیے:
علل الشرائع (شیخ صدوق) صفحہ ۸۰
بحار الانوار (علامہ مجلسی) ج ۱۱، ۳ صفحہ ق)

امام علیہ السلام کا ایک لقب "ابن الخیرتین" (دو منتخب ہستیوں کے فرزند) بھی ہے،
جس کے بارے میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

وکان یقال لہ ابن الخیرتین، لقول رسول صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم،
"ان للہ من عبادہ خیرتین: فخیرتہ من العرب
قریش ومن العجم فارس۔"
وکانت أمہ بنت کسریٰ۔

"(آپ کو "ابن الخیرتین" (دو منتخب برگزیدہ ہستیوں کے فرزند)
کہا جاتا تھا، کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان
ہے کہ:

"خدا کے بندوں میں دو (خاندان) اُس کے نزدیک برگزیدہ ہیں:
(۱)— اہل عرب میں سے قریش۔
(۲)— عجم کے لوگوں میں سے اہل فارس۔"

امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کی والدہ گرامی (جناب شہربانو) کسریٰ
کی اولاد میں، جو فارس سے تعلق رکھتا تھا

(ملاحظہ فرمائیے: بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۲)

امام چہارم کا اصل نام "علی ابن الحسین" ہے۔ لیکن آپ کے لقب "زین العابدین"
کو ایسی شہرت ملی کہ یہ آپ کے اسم مبارک سے زیادہ مشہور ہو گیا۔
اس لقب کے بارے میں عمران بن سلیم سے منقول ہے کہ:
(برادران اہلسنت کے بلند مرتبہ عالم دین) زہری جب بھی (امام چہارم)
علی ابن الحسین — کا ذکر کرتے تو یہ کہتے:
حَدَّثَنِی زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ
(مجھ سے یہ بات (حضرت) زین العابدین، علی ابن الحسین نے
فرمائی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے اُن سے پوچھا کہ:
"آپ اُن کو زین العابدین کس وجہ سے کہتے ہیں؟
تو کہا کہ:
میں نے سعید بن مسیب سے سنا ہے، ان کا بیان ہے کہ جناب
ابن عباس کی روایت ہے کہ:
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اذا کان یوم القیامۃ، ینادی مناد:
"این زین العابدین"
فکانی انظر الی ولدی علی بن الحسین بن علی بن

ابی طالبؑ یخطر بین الصفوف۔

(جب قیامت کا دن ہوگا، اور ایک منادی اعلان کرے گا کہ:

"زین العابدینؑ کہاں ہیں۔؟"

تو گویا، میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ میرے نور نظر:

"علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ"

صفوں کے درمیان سے... آگے بڑھیں گے)

(ملاحظہ فرمایئے۔ علل الشرائع صفحہ ۲۳۰ بحوالہ: ب ۱ صفحہ ۲)

(۲)

اور عبداللہ بن فضل ہاشمی نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت کی۔

(ملاحظہ فرمایئے: امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ صفحہ ۲۲۲)

(۳)

اور حلیۃ الاولیاء کی روایت ہے کہ:

كان الزهري اذا ذكر علي بن الحسين يبكي ويقول:

زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ۔

(زہری جب بھی (امام چہارم حضرت) علی بن الحسینؑ کو یاد کرتے تھے تو بے اختیار رونے لگتے تھے اور کہتے تھے

"عبادت گذاروں کی زینت"

(ملاحظہ فرمایئے حلیۃ الاولیاء جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

حیاتِ طیبہؑ کا اجمالی خاکہ

مشہور قول کے مطابق:

○ — ۱۵ جمادی الاول ۳۸ ہجری کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

○ — ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو جب آپ کے جد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو امام چہارم حضرت زین العابدینؑ کا سن مبارک دو سال اور چند ماہ تھا۔

○ — ۴۱ ہجری میں جب حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام حکومت سے دستبردار ہوئے تو اپنے پدر بزرگوار اور عم محترم کے ساتھ، آپ بھی مدینہ منورہ آگئے۔

○ — ۲۸ صفر ۵۰ ہجری کو جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت زہر دغا سے ہوئی، جس کے بعد آپ کے جسد اقدس کو قبر رسولؐ کے برابر دفن ہونے سے روکنے کے لئے بنی امیہ کے درندوں نے آپ کے جنازہ پر تیر باران کی تو خاندان بنی ہاشم کے لئے رنج و غم کا ایک اور باب منور دار ہوا، اور اپنے والد ماجد حضرت امام حسینؑ کے ساتھ آپ نے بھی صبر کیا۔

۱۔ یہ بات واضح ہو کہ یہاں "حیات طیبہ" سے مراد امام علیہ السلام کی زندگی کا وہ حصہ ہے جو آپ نے جسمانی طور سے اس دنیا میں گذارا۔ ۳۸ ہجری میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ۹۵ ہجری میں آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔
جہاں تک آپ کی نورانی زندگی کا ذکر ہے، وہ عام مادی پیمانوں سے ماوراء ہے۔
اور اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ "شہیدان راہ خدا" زندہ ہیں اور پیش پروردگار رزق پا رہے ہیں۔

○ — امام حسنؑ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے منصبِ امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو بنی امیہ کا ظلم و ستم اپنے عروج پر تھا، مگر بڑے بھائی نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی پابندی چھوٹے بھائی نے بھی کی اور امامِ چہارم اپنے والدِ بزرگوار کے ساتھ زمانہ کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے رہے۔

○ — ۵۷ھ ہجری میں آپ کے نورِ نظر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

○ — ملحوظ رہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی شادی حضرت امام حسنؑ کی بیٹی فاطمہ سے ہوئی تھی۔

○ — رجب ۶۰ھ میں داھیۃ العرب (امیر شام) کا انتقال ہوا، اور اس کے فاسق و فاجر بیٹے نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا، جس سے انکار کرتے ہوئے آپ نے مدینہ چھوڑا، اور مکہ مکرمہ اور پھر کربلائے معلیٰ کا سفر اختیار کیا۔ تو حضرت امام زین العابدینؑ بھی ساتھ تھے، اور امام محمد باقر علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تقریباً ساڑھے تین سال تھی۔

○ — ۲ محرم ۶۱ہجری کو یہ قافلہ کربلائے معلیٰ پہنچا، جہاں ساتویں محرم سے پانی بھی بند کردیا گیا، ۸ محرم کو امامِ عالی مقام اور ان کے اہلِ خاندان، اعزہ و اقارب اور اصحاب و انصار کا محاصرہ کرلیا گیا —— اور دسویں محرم کو تاریخِ انسانی کے سب سے منفرد معرکے میں، تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، بیٹوں، ساتھیوں اور مددگاروں کے ہمراہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

○ — پروردگارِ عالم نے اپنی مصلحت سے کربلا میں حضرت امام زین العابدینؑ پر مرض کی ایسی شدت طاری کردی تھی کہ آپ بستر سے اٹھنے کے قابل نہ رہے، جب تمام اعوان و انصار اور دیگر برادران اور اہلِ خاندان درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور

علی اصغرؑ جیسے بے شیر کی شہادت بھی واقع ہو چکی اور امام حسین علیہ السلام رخصت کے لئے خیمے میں آئے تو بیمار بیٹے کے شانے ہلا کر اسرارِ امامت سپرد کئے اور مقتل کی طرف تشریف لے گئے۔

○ — باپ کی شہادت کے بعد منصبِ امامت کی ذمہ داریاں جب آپ کے کاندھوں پر آئیں تو آپ پر مرض کی شدت تھی، اور ہادیانِ برحق کی تاریخ میں آپ کے علاوہ کوئی اور ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس نے شامِ غریباں جیسے اندوہناک حالات میں کارِ ہدایت کا آغاز کیا ہو۔

چنانچہ جب عصرِ عاشور بعدِ شہادتِ مظلومِ کربلا خیموں میں آگ لگی، اور ایک خیمے کے بعد دوسرا خیمہ جلنے لگا... یہاں تک کہ اس آخری خیمے میں بھی آگ لگا دی گئی، جس میں تمام مخدراتِ عصمت و طہارت جمع تھیں تو جنابِ زینبِ کبریٰ نے بیمار بھتیجے سے دریافت کیا۔

"اے نورِ نظر —— تم امامِ وقت ہو اب ہمارے لئے کیا حکم ہے، ہم ان ہی خیموں میں جل جائیں۔ یا باہر نکل جائیں۔"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"پھوپھی اماں خیمہ سے باہر چلئے...."

جس کے بعد جنابِ زینبؑ و امِ کلثومؑ بیمار بھتیجے کو سہارا دے کر جلتے ہوئے خیمہ سے باہر لائیں، یزیدی افواج نے سب کو قیدی بنایا اور رسیوں میں جکڑ کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔

○ — ۱۲ محرم ۶۱ہجری کو خاندانِ رسالتؐ کی بہو بیٹیاں، قیدیوں کی صورت میں حاکم کے دربار میں پیش کی گئیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ابنِ زیاد کے دربار میں اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا۔

○ — کوفہ میں چند روز ٹھہرانے کے بعد، حاکم وقت کی طرف سے اسیرانِ کربلا کے قافلے کو شام کی طرف روانہ کر دیا گیا — شام پہونچنے کے بعد اہلِ حرم کو دربارِ یزید میں پیش کیا گیا، اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس نے اربابِ اقتدار کے بام و در کو ہلا دیا۔

○ — عرصۂ دراز تک اسیرانِ کربلا کو شام کے اُس قید خانہ میں رکھا گیا جس کے بارے میں مورخین کا بیان ہے کہ (اس میں رکھے جانے والے قیدیوں کو):

"نہ دن میں تمازتِ آفتاب سے امان تھی، اور نہ رات کو سرد ہواؤں سے محفوظ تھے۔"

اور "مثیر الاحزان" کی عبارت یہ ہے کہ: "وَ اُسْكِنُوْا فِیْ مَسَاكِنَ لَا یَقِیْنَ مِنْ حَرٍّ وَلَا بَرْدٍ حَتّٰی تَقَشَّرَتِ الْجُلُوْدُ..."

(ان لوگوں کو ایسے گھروں میں رکھا گیا جو نہ گرمی سے بچاتے تھے نہ سردی سے، یہاں تک کہ اُن کے جسم کی کھال پھٹ کر رہ گئی)

جس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر طویل مدت ان حضرات کو وہاں رہنا پڑا۔

ملاحظہ فرمایئے: مثیر الاحزان ص۱۰۲

قیدی رسن بستہ تھے، اور امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق پڑا ہوا تھا۔

○ — دمشق میں قیام کے دوران، ایک روز منہال نے امام زین العابدینؑ سے حالات دریافت کئے، تو آپؑ نے فرمایا:

"ہمارے ساتھ ان لوگوں کا سلوک تقریباً ویسا ہی ہے، جیسا فرعونیوں کا سلوک حضرت موسیٰؑ کے پیروکاروں کے ساتھ تھا کہ اُن کے مَردوں کو ذبح، اور ان کی عورتوں کو قیدی بناتے تھے۔

اے منہال — اہلِ عرب، دوسروں پر یہ فخر کرتے ہیں کہ: حضرت محمد مصطفیٰؐ عرب تھے۔

اہلِ عرب میں سے قریش، غیر قریش پر اس لئے فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ بھی قریش سے تھے۔

لیکن ہم لوگ جو آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ ہیں، ہم سے ہر قسم کی دشمنی بھی کی جا رہی ہے، ہمیں قتل بھی کیا جا رہا ہے، ہمیں اپنے گھروں سے بے گھر بھی کیا جا رہا ہے.....

بہرحال، ہم قضا و قدرِ الٰہی پر راضی ہیں:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مورخین کا بیان ہے کہ اہلبیتِ طاہرینؑ کی اسیری کی خبر جیسے جیسے لوگوں تک پہنچی، اُن کے درمیان غم و غصہ کی لہر دوڑنے لگی۔ چنانچہ شیخ عباس قمیؒ لکھتے ہیں کہ:

چوں مردم شام خبر قتل حضرت سید الشہداء علیہ السلام و مظلومیت اہلبیت او، و ظلم یزید مطلع شدند و مصائب اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را بدانستند آثار کراہت و عصبیت از دیدار ایشان ظاہر گردید۔

(جب لوگوں کو حضرت سید الشہداء (امام حسین) علیہ السلام کی شہادت، اہلبیتِ کرام کی مظلومیت، اور یزید کے مظالم کی خبر ہوئی۔

اور لوگوں کے علم میں یہ بات آئی کہ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہلِ خاندان پر کس قدر مصائب ڈھائے گئے ہیں۔ تو (اسیروں کی مظلومیت) اور اُن کے مصائب کا مشاہدہ اس بات کا سبب بنا کہ وہ حکمرانوں سے نفرت کرنے لگے۔

جس کے بعد نعمان بن بشیر کے ساتھ اسیروں کا قافلہ شام سے رخصت

ہو کر مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔

○ — معروف ہے کہ ... قیدِ شام سے واپسی کے موقع پر امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے پدرِ بزرگوار کے سر کو، دیگر شہیدوں کے سروں کے ساتھ لاکر کربلا میں دفن کیا۔

البتہ اس سلسلے میں مورخین نے دوسری متعدد روایتیں بھی ذکر کی ہیں۔
(ملاحظہ فرمائیں تحقیق آلِ رسول وغیرہ)

○ — اہلبیت کرام کا قافلہ راستے کی مختلف منازل طے کرتا ہوا مدینۂ منورہ کے قریب پہنچا۔

بشیر بن جذلم نے، جو قافلہ کے ساتھ چل رہا تھا، بیان کرتا ہے کہ:

"جب ہم لوگ مدینہ کے قریب پہونچے، تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مناسب جگہ خیمے نصب کرائے، سواری سے اترے اور مجھ سے فرمایا:

"اے بشیر! خداوندِ عالم تمہارے پدرِ بزرگوار پر رحمت نازل کرے وہ شاعر تھے، کیا تم بھی اپنے باپ کے فن سے کچھ تعلق رکھتے ہو۔؟

بشیر نے کہا: ہاں۔ اے فرزندِ رسولؐ۔ میں بھی شاعری کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"تو پھر تم مدینہ میں جاکر (میرے پدرِ بزرگوار کی شان میں) مرثیہ پڑھو، اور (اپنے اشعار کے ذریعے) اُن لوگوں کو (امام حسینؑ کی) شہادت کی خبر سناؤ۔"

بشیر کا بیان ہے کہ:

امام علیہ السلام کے حکم کے مطابق میں شہر کے اندر داخل ہوا، اور

یہ دو شعر پڑھے،

یا اھل یثرب لا مقام لکم بھا
قتل الحسین فادمعی مدرار

الجسم منہ بکربلاء مضرج
والراس منہ علی القناۃ یدار

(اے یثرب والو
یہ جگہ اب تمہارے لئے رہنے کے لائق نہیں رہی۔
حضرت امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے، جن پر اشکوں کا سیل مسلسل رواں رہنا چاہیئے۔
اُن کا جسم مبارک کربلا کی زمین پر خون میں غلطاں تھا
اور اُن کے سرِ اقدس کو نوکِ نیزہ پر بلند کر کے دیار بدیار پھرایا گیا۔)

بشیر کہتا ہے کہ:

یہ اشعار سنتے ہی ہر طرف سے لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑے، عورتوں کے نالہ و شیون اور مردوں کی فریاد کی صدائیں بلند تھیں۔

اس دن سے زیادہ مدینہ کو کبھی سوگوار اور اشکبار نہیں دیکھا گیا تھا

لوگوں کے درمیان سے ایک خاتون میری طرف آئی اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو۔؟

میں نے کہا: میرا نام بشیر بن جذلم ہے، میرے آقا امام زین العابدینؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ خبر اہلِ مدینہ تک پہونچا دوں — وہ خود اہلحرم کے ساتھ، مدینہ سے باہر فلاں جگہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

بشیر کہتا ہے کہ یہ سنتے ہی سب لوگ میرے پاس سے چل کر اسی جگہ کی طرف

تیزی سے روانہ ہوئے۔

میں خود بھی وہاں سے فوراً ہی روانہ ہوگیا، لیکن جب میں امام علیہ السلام کے پاس پہونچا ہوں، تو میرے پہونچنے سے قبل اہلِ مدینہ اتنی بڑی تعداد میں امام کے پاس پہونچ چکے تھے کہ میرے لئے آپ کے قریب پہونچنا ممکن نہ تھا۔

امام علیہ السلام خیمے سے باہر ایک جگہ تشریف فرما تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ لوگوں کے آہ و بُکا کی آواز بلند تھی، امام علیہ السلام کے آنسو کسی طرح رُک ہی نہیں رہے تھے۔

کافی دیر تک نالہ و شیون کی صدائیں بلند رہیں۔

اُس کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب فرمایا:

جس میں حمد و ثنائے پروردگار کے بعد فرمایا کہ:

"خداوندِ عالم نے ہمیں ایک عظیم آزمائش سے گزارا۔ اور اس امتحان میں ثابت قدم رکھا)۔ : یہ ایک عظیم مصیبت تھی جو دنیائے اسلام میں واقع ہوئی۔

قتل ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام و عترتہ، وسبی نساءہ وصبیہ، ودار وابرأسہ فی البلدان من فوق عامل السنان۔

(حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلِ خاندان شہید کئے گئے۔

اُن (کے گھر) کی خواتین، اور اُن کی بیٹی کو قیدی بنایا گیا۔

اُن کے سر (مبارک) کو نوکِ نیزہ پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا گیا)، (انا للہ و انا الیہ راجعون)

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کربلا کی داستان کے حوالے سے رقت انگیز کلمات ادا کرتے جاتے تھے اور گریہ و بُکا کی آوازیں بلند ہوتی جارہی تھیں)۔ پھر امام مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اور سارا شہر گریہ و ماتم کی صداؤں میں ڈوب گیا۔

◆

○ — جناب مختارؒ نے واقعہ کربلا کے چند سال بعد، قید سے رہائی پا کر جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہیدانِ کربلا کے قاتلوں سے انتقام لیا —— اور خاص طور سے عمر سعد، شمر لعین اور ابنِ زیاد ملعون کے واصلِ جہنم ہونے کی خبر حضرت امام زین العابدینؑ تک پہونچی تو خاندانِ اہلبیتؑ کا رنج قدرے کم ہوا۔

چنانچہ علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

روی، انہ ما اکتحلت ھاشمیۃ ولا اختضبت، ولا رأی فی دار ھاشمی دخان الی خمس حجج، حتی قتل عبید اللہ بن زیاد۔

(کسی ہاشمی خاتون نے زینت کا کوئی کام۔ نہیں کیا۔ نہ ہاشمی خاندان کے کسی گھر سے دھواں اٹھتا ہوا دیکھا گیا، یہاں تک کہ پانچ سال اسی طرح گذر گئے، اور عبید اللہ بن زیاد واصلِ جہنم ہوا (تو خاندان کے اندر خوشی کی لہر دوڑی) اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جنابِ مختار (علیہ الرحمہ) کو دعائے خیر دی۔

○ — ۶۴ھ ہجری کے اواخر میں یزید واصلِ جہنم ہوا۔ اور اس کے بیٹے "معاویہ بن یزید" کو لوگوں نے مسندِ حکومت پر بٹھایا۔ تو اُس نے خطبہ دیتے ہوئے اعلان کیا کہ:

"نہ میرے باپ دادا اس مسند کے حقدار تھے، اور نہ میں اس کا سزاوار ہوں، بلکہ اس مسند کے اصل حقدار اہلبیتؑ کرام ہیں، جن کے دامن سے

(اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں)

○— معاویہ بن یزید حکومت سے دست بردار ہوگیا جس کے بعد مروان بن الحکم وقت کا حکمران بن بیٹھا (جس پر حضور اکرمؐ نے لعنت فرمائی تھی)

○— مروان کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی حکومت رہی، اور اس کے دنیا سے جانے کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت حکومت پر بیٹھا، جس نے ۹۵ھ ہجری میں زہر کے ذریعے امام علیہ السلام کو شہید کرا دیا۔

○— آپ نے حسن بصری کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کے پاس لوگوں سے بات چیت میں مصروف ہیں (اس وقت تک حسن بصری آپ کو پہچانتے نہ تھے۔

آپ نے ان کے پاس جا کر فرمایا:- "کیا اپنے کو موت کے لئے آمادہ کر چکے ہو۔؟

کہا: نہیں۔

فرمایا:- اپنے عمل کے حساب (و کتاب) کے لئے آمادہ ہو؟

کہا:- نہیں۔

فرمایا:- کیا دنیا کے بعد بھی عمل کی کوئی جگہ ہوگی۔؟

کہا:- نہیں۔

فرمایا:- کیا اس روئے زمین پر، اس گھر کے علاوہ بھی (خدا کا) کوئی ایسا گھر ہے جو لوگوں کے لئے پناہ گاہ ہو ؟

کہا:- نہیں۔

فرمایا:- کہ پھر لوگوں کو طواف سے روک کر دوسری باتوں میں انہیں مصروف کرتے ہو؟!

یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے گئے۔

حسن بصری نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

(خدا کی قسم) —— آج تک ایسے (نصیحت آمیز) کلمات میری سماعت تک نہیں پہونچے تھے۔

"یہ کون صاحب ہیں۔؟

لوگوں نے بتایا کہ: یہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

حسن بصری نے یہ سن کر قرآن مجید کی آیت پڑھی:

"ذریۃ بعضها من بعض"

○

اور حسن بصری کے اس اعتراف سے یہ حقیقت ایک بار پھر آشکار ہو کر سامنے آئی کہ:

حق و حقانیت کسی نہ کسی وقت اپنا کلمہ پڑھوا ہی لیتے ہیں —— اور راہِ مستقیم سے ہٹ کر چلنے والے افراد کی زندگی میں بھی ایسے لمحات آتے ہیں جب وہ کلمۂ حق جاری کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ، یہ تاریخی حقیقت ہے کہ:

جن لوگوں نے بھی حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ سے ہٹ کر زندگی گذارنا، مادّی اور دنیاوی مفادات کے لحاظ سے، سودمند خیال کیا تھا۔

ان کو بھی، کسی نہ کسی وقت یہ بات تسلیم کرنی پڑی کہ:

خاندانِ رسالت کو پوری کائنات میں جو امتیاز حاصل ہے، اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

کیونکہ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں سرکار ختم الانبیاء احمد مجتبیٰ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لحمھم لحمی و دمھم دمی، یولمنی ما یولمھم و یحزننی ما یحزنھم انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم لانھم منی وانا منھم۔

ان کا گوشت میرا گوشت ہے، ان کا خون میرا خون ہے، جو بات انہیں رنج پہونچائے گی۔ جو انہیں غمزدہ کرے گا، وہ مجھے غمزدہ کرے گا۔
جن لوگوں سے ان کی جنگ ہو ان سے میری جنگ ہے۔ اور جو ان سے صلح کریں ان سے میری صلح ہے۔
کیونکہ۔

یہ مجھ سے ہیں، اور میں ان سے ہوں...

(حدیث کساء)

آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف

امام چہارم، سید الساجدین حضرت زین العابدین علیہ السلام کی عظمت و جلالت کا اعتراف اُن مورخین، مفسرین، محدثین اور مختلف مکاتبِ فکر کے اعاظم نے بھی کیا ہے جو آپ کو امام منصوص نہیں مانتے تھے
بلکہ دنیائے اسلام کے ایسے افراد بھی جنھیں اغیار کی نگاہوں میں خصوصی منزلت حاصل ہے، انہوں نے امام علیہ السلام کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ:
"ہم نے آپ سے افضل روئے زمین پر کسی کو نہیں دیکھا۔
جیسا کہ سعید بن مسیب کے بارے میں ابن یعقوبی نے لکھا ہے کہ:

قال سعید بن مسیب:

مَا رَأَيْتُ قَطُّ أَفْضَلَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ؑ

(میں نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہی نہیں جو فضیلت میں حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہ السلام سے بڑھ کر ہو)

(ملاحظہ فرمایئے:
تاریخ ابن واضح یعقوبی
جلد ۲، صفحہ ۵۱)

اور عبد اللہ بن موسیٰ نے اپنے آباء و اجداد کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

...فَمَا جَلَسْتُ إِلَيْهِ قَطُّ إِلَّا قُمْتُ بِخَيْرٍ قَدْ أَفَدْتُهُ

إِمَّا خَشْيَةٌ لِلّٰهِ تَحْدُثُ فِي قَلْبِي لِمَا أَرَى مِنْ

خَشْيَتِهِ لِلّٰهِ أَوْ عِلْمٌ قَدِ اسْتَفَدْتُهُ مِنْهُ

(راوی کہتا ہے کہ) میں جب کبھی (امام زین العابدین علیہ السلام) کے پاس بیٹھا خیر و برکت حاصل کر کے اٹھا

یا تو میرے دل میں (مخصوص) خوف پیدا ہوا، کیونکہ میں نے امام علیہ السلام کے خوفِ خدا کا مشاہدہ کیا۔ یا پھر میرے علم میں (اضافہ ہوا) کیونکہ میں نے اُن سے کسبِ فیض کیا)

ملاحظہ فرمائیے:

(ارشاد، شیخ مفید، صفحہ ۲۹۱)

۵

اور سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ:

امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں ابن شہاب زہری کہا کرتے تھے کہ:

وَ مَعَانٍ أَفْضَلَ هَاشِمِيٍّ أَدْرَكْنَاهُ

خاندانِ بنی ہاشم کے جن لوگوں سے میں نے ملاقات کی ہے اُن میں وہ سب سے افضل ہیں)

(— : حوالہ مذکورہ)

۶

عبد القیس کا بیان ہے کہ:

قال طاوس ، دخلت الحجر في الليل فاذا علي بن الحسين قد دخل فقام يصلي.

فصلى ما شاء الله، ثم سجد

قال: قلت، رجل صالح من اهل بيت الخير لاستمعن الى دعائه، فسمعته يقول في سجوده:

عُبَيْدُكَ بِفِنَائِكَ، مِسْكِينُكَ بِفِنَائِكَ، فَقِيرُكَ بِفِنَائِكَ، سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ

قال طاوس:

فما دعوت بهن في كرب الا فرج عني

(طاؤس کہتے ہیں کہ:

میں رات کے وقت حجرِ اسماعیلؑ میں داخل ہوا، اسی دوران حضرت امام زین العابدینؑ) علی بن الحسینؑ بھی وہاں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

کافی دیر تک آپ نماز پڑھتے رہے۔

(اختتامِ نماز پر) آپ سجدے میں گئے۔

(طاؤس کہتے ہیں کہ) میں نے (دل میں) کہا (یہ ضرور) اہلبیت کرام میں سے ایک صالح شخصیت ہیں، میں سنتا ہوں یہ اپنی دعا میں کیا پڑھ رہے ہیں؟

(اس ارادے سے میں نے اُن کی آواز کو غور سے سننا شروع کیا)

آپ اس وقت حالتِ سجدہ میں فرما رہے تھے

"(یا اللہ والے) تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے

تیرا مسکین تیری جناب میں ہے۔
تیرا فقیر تیرے دروازے پر ہے۔
تجھ سے سوال کرنے والا، تیرے در (دولت) پر آیا ہے۔"
طاؤس کہتے ہیں کہ:
(میں نے اس دُعا کو یاد کر لیا، اور پھر جب بھی کسی پریشانی اور مصیبت کے موقع پر اس دُعا کو پڑھا تو میری پریشانی ضرور دور ہوئی۔

(ملاحظہ فرمایئے "الارشاد" صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸)

(۵)

عبداللہ بن بکیر کی روایت ہے:
انہوں نے زرارہ بن اعین سے نقل کیا ہے کہ:
آدھی رات کو (فضا میں) ایک آواز گونجی:
اَیْنَ الزَّاھِدُوْنَ فِی الدُّنْیَا، اَلرَّاغِبُوْنَ فِی الْآخِرَۃِ۔
(کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں زہد اختیار کئے ہوئے ہیں، اور اُن کی رغبت کا مرکز آخرت ہے)؟
تو جنت البقیع کے اطراف سے ایک آواز آئی (لیکن کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا) کہ
"وہ علی بن الحسین (زین العابدین) علیہ السلام ہیں۔"

(ارشاد صفحہ ۲۸۸)

(۶)

یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ:
مدینہ منورہ میں بہت ایسے گھر تھے جہاں رزق کا سامان اور

ضروریاتِ زندگی کی چیزیں برابر پہونچتی رہتی تھیں۔
لیکن اُن لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ یہ چیزیں اُن لوگوں کے پاس کہاں سے آتی ہیں؟
البتہ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے رحلت فرمائی (اور اُس شب اُن لوگوں تک وہ چیزیں نہ پہونچیں (تب اندازہ ہوا کہ امام ہی تھے جو اُن لوگوں تک وہ چیزیں پہونچاتے تھے)

(۔)

(۷)

اور عالمِ اسلام کی ایک اور جانی پہچانی شخصیت:
"راغب اصفہانی"
کی روایت ہے جسے ابنِ جوزی نے (اموی حکمراں) عمر بن عبدالعزیز کے حالات ——— میں لکھا ہے کہ:
"ایک روز امام زین العابدین حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد، عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے کہا:
"یہ بتاؤ، تمام لوگوں میں، سب سے زیادہ صاحبِ شرف کون ہیں؟
(خوشامدی) لوگوں نے کہا:
"آپ اور آپ کے اہلِ خاندان!۔
یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔
"ہرگز نہیں! ——— بلکہ تمام لوگوں میں، سب سے زیادہ صاحبِ شرف و فضیلت (حضرت امام زین العابدین علیہ السلام) ہیں، جو ابھی یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔

کیونکہ یہ (اور ان کا خاندان) ایسا ہے کہ ہر شخص یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ ان سے منسوب ہو۔

لیکن یہ حضرات کبھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ انھیں کسی اور سے منسوب کیا جائے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

محاضرات الادباء: از راغب اصفہانی جلد ۱ صفحہ [illegible])

ابراہیم بن ادھم —— اور فتح الموصلی نے (امام زین العابدینؑ کی کمسنی کے زمانہ کا واقعہ) بیان کیا ہے کہ

(حج کا زمانہ تھا) ہم لوگ قافلے کے ساتھ، ایک بیابان سے گذر رہے تھے، مجھے حاجت پیش آئی تو میں قافلے سے الگ ہو کر، خلوت کی طرف جانے لگا

اسی دوران میں نے ایک نونہال کو راستہ طے کرتے ہوئے دیکھا۔ تو میری زبان سے بے اختیار نکلا۔

سبحان اللہ! ایسا سنسان صحرا۔ اور اس میں یہ نونہال چلا جا رہا ہے۔

پھر میں اس بچے کے قریب گیا، اور سلام کیا۔

بچے نے جواب سلام دیا۔

میں نے پوچھا:- کہاں کا ارادہ ہے؟

فرمایا کہ، خانۂ کعبہ کا قصد ہے۔

میں نے عرض کی:- پیارے بچے! حج تو آپ پر فرض نہیں!

فرمایا:- اے بزرگوار کیا آپ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو مجھ سے کمسن رہا ہو اور وہ دنیا سے رخصت ہو گیا ہو؟

(میں) اس بات کا تو کوئی جواب نہ دے سکا، البتہ یہ سوال کیا کہ:

(آپ کا) زادِ راہ کیا ہے، سواری کدھر ہے؟

(فرمایا):

(زادی تقوای، وراحلتی رجلای، وقصدی مولای)

(میرا زادِ راہ: میری پرہیزگاری، میری سواری: میرے دونوں پیر اور اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضری میرا مقصد ہے)۔

میں نے عرض کیا: مجھے آپ کے ساتھ کھانے کا کوئی سامان (بھی) نظر نہیں آ رہا ہے؟

یہ سن کر انہوں نے کہا:

"اے بزرگوار —— یہ بتایئے اگر کوئی شخص آپ کو دعوت دے تو کیا یہ مناسب ہوگا کہ آپ (دعوت پہ) جاتے وقت، اپنے گھر سے کھانا، ساتھ لے کر جائیں۔؟

میں نے کہا:- نہیں (یہ تو مناسب نہیں ہے)

انہوں نے فرمایا کہ:—— جس (پروردگارِ عالم) نے مجھے اپنے گھر (خانۂ کعبہ پہ پہنچنے) کی دعوت دی ہے وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

میں نے کہا (زمین سے) اپنے قدم اٹھایئے (کسی سواری پہ بیٹھیے) تاکہ جلد پہنچ سکیں۔

فرمایا کہ:- میرے ذمہ کوشش ہے، پہنچانا اُس (خداوندِ عالم) کے ذمہ ہے —— کیا آپ نے خداوندِ عالم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا، وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

(اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم اپنے راستوں کی طرف اُن کی رہنمائی کر دیتے ہیں۔ یقیناً خداوند عالم نیکوکاروں کے ساتھ ہے)

(سورۂ عنکبوت ۲۹ آیت ۶۹)

۵

راوی کہتا ہے کہ:

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک خوبصورت جوان نمودار ہوا جس نے عمدہ قسم کے سفید کپڑے پہن رکھے تھے

اس نے اُس بچے سے معانقہ کیا، اور اُسے سلام کیا۔

یہ دیکھ کر میں تیزی سے اُس جوان کی طرف گیا اور اس سے گذارش کی۔

آپ کو اُس ذات کردگار کا واسطہ، جس نے آپ کو حُسن و جمال کا پیکر بنایا ہے یہ بتائیے: یہ بچہ کون ہے۔؟

جوان نے کہا: —— تم ان کو نہیں پہچانتے —؟ یہ حضرت امام حسینؑ کے فرزند ارجمند (علی بن الحسینؑ) ہیں۔

یہ سُن کر میں اُس جوان کے پاس سے ہٹ کر بچے کے قریب آیا، اور اُن سے درخواست کی کہ آپ کو آپ کے آباو اجداد کا واسطہ، یہ بتائیے:

"یہ جوان کون ہیں؟"

فرمایا: — کیا تم انہیں پہچانتے نہیں۔؟"

"یہ ہمارے بھائی خضرؑ ہیں، جو روزانہ میرے پاس تشریف لاتے ہیں، اور سلام کرتے ہیں۔

میں آپ کو آپ کے آباو اجداد کے حق کا واسطہ دیتا ہوں، آپ مجھے بتائیے کہ آپ ان بیابانوں کا سفر زادِ راہ کے بغیر کیوں کر رہے ہیں؟

فرمایا: —— (میں زادِ راہ کے بغیر تو سفر نہیں کر رہا ہوں) بلکہ زادِ راہ کے ساتھ محوِ سفر ہوں۔

اور اس سفر میں چار چیزیں میری زادِ راہ ہیں۔

میں نے پوچھا: کون کون سی۔؟

فرمایا: —— میں ساری دنیا کو اُس کے سازو سامان کے ساتھ خدا کی سلطنت سمجھتا ہوں۔

میں تمام مخلوقات کو خدا کے بندے اور کنیزیں سمجھتا ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ تمام اسباب، اور ہر قسم کا رزق اللہ کے اختیار میں ہے۔

اور میرا ایمان ہے کہ اللہ کا فیصلہ، اس کی ہر زمین پر نافذ ہے

یہ سُن کر کہا:

"اے عبادت گذاروں کی زینت، آپ کا زادِ راہ تو بہت عمدہ ہے، اور اس کے ذریعے تو آخرت کی تمام گھاٹیاں طے کی جا سکتی ہیں، دنیا کے بیابانوں کی کیا حیثیت ہے!!

ملاحظہ فرمایئے:

مناقب جلد ۳ صفحہ ۲۸۰

منصب امامت

کے بارے میں

عالم اسلام کی گواہی

محدث کبیر هاشم بن سلیمان البحرانی نے اپنی مشہور و معروف کتاب "غایۃ المرام فی حجۃ الخصام" میں عالم اسلام کی معروف کتابوں کے حوالے سے ائمہ اثنا عشر کی امامت کے سلسلہ میں جو دلائل نقل کئے ہیں وہ عقل و منطق کی بنیاد پر بھی ہیں اور قرآن کریم کی آیات کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرانقدر ارشادات پر بھی مشتمل ہیں۔

اس سلسلہ میں آنحضرتؐ کے ایک خدمت گار جناب ابوسلیمان کی روایت کو انہوںؒ ان الفاظ میں قلمبند کیا ہے کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول:

لیلۃ اسری بی الی السماء قال لی الجلیل:

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ

فقلت: والمومنون۔

قال: صدقت۔

قال: من خلفت من امتك؟

قلت: خیرها۔

قال: علی بن ابی طالبؑ؟

قلت: نعم، یارب۔

قال: یا محمد انی اطلعت الی الارض اطلاعۃ فاخترتك منها، فشققت لك اسما من اسمائی فلا اذکر فی موضع الا ذکرت معی، فانا المحمود وانت محمد ثم اطلعت الثانیۃ فاخترت منها علیا وشققت له اسما من اسمائی فانا الاعلی وهو علی،

یا محمد! ــــ انی خلقتك وعلیا وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ولده من نوری، وعرضت ولایتکم علی اهل السماوات والارض فمن قبلها کان عندی من المومنین، ومن جحدها کان عندی من الکافرین۔

یا محمد! ــــ لو ان عبدا من عبیدی عبدنی حتی ینقطع او یصیر کالشن البالی ثم اتانی جاحدا لولایتکم ما غفرت له حتی یقر بولایتکم۔

یا محمد ــــ اتحب ان تراهم؟

قلت: نعم یارب۔

فقال: التفت عن یمین العرش، فالتفت فاذا بعلی وفاطمۃ والحسن والحسین وعلی بن الحسین ومحمد

بن علی، وجعفر بن محمد وموسی بن جعفر، وعلی بن موسیٰ
ومحمد بن علی، وعلی بن محمد، والحسن بن علی،
والمھدی فی ضحضاح من نور قیام یصلون،

(میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ:
شبِ معراج جب) مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تھا، خداوندِ عالم نے
ارشاد فرمایا:
پیغمبر ایمان لائے اُن تمام چیزوں پر جو اُن کے پروردگار کی طرف سے نازل
کی گئی ہے۔
میں نے عرض کیا:- اور صاحبانِ ایمان (بھی)
ارشادِ قدرت ہوا:- تم نے سچ کہا۔
پھر فرمایا:- (اے پیغمبر) عرش کی طرف آتے وقت تم نے زمین پر
اپنی اُمت میں سے کسے چھوڑا؟
میں نے کہا۔ (اُسے جو) اُن میں سب سے بہتر ہے!
ارشاد ہوا:- علی ابن ابی طالب (کو)؟
میں نے کہا:- ہاں- اے میرے پروردگار۔
(خداوندِ عالم نے) فرمایا:- اے محمد- میں نے پوری زمین پر نگاہ ڈالی
اور اُن میں سے تمہیں منتخب (اور نگاہ) قرار دیا، اور اپنے نام ہی سے تمہارے نام کو
مشتق کیا۔
اب جہاں مجھے یاد کیا جائے گا وہاں تمہیں بھی یاد کیا جائے گا- میں محمود ہوں
اور تم محمد ہو۔

س کے بعد میں نے دوبارہ زمین پر نگاہ ڈالی، اور علی (ابن ابیطالب)
ب کیا، اُن کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا، میں اعلیٰ ہوں، اور وہ
ہیں۔
اے محمد ---- میں نے تمہیں، علیؑ کو، فاطمہ (زہراؑ) حسنؑ، حسینؑ- اور
ینؑ کی اولاد میں ائمہ (طاہرینؑ) کو اپنے نور سے پیدا کیا، اور تم سب لوگوں کی
یت کو آسمان و زمین (کے رہنے) والوں پر پیش کیا، جس نے ولایت کو قبول
ا وہ میرے نزدیک صاحبِ ایمان ہے، اور جس نے سرکشی اور عناد سے کام لیا
میرے نزدیک کافروں میں سے ہے۔
اے محمد ---- اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ، میری اس قدر عبادت
کرے کہ (اس کا جسم) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا (اس کا بدن دُبلا ہو کر) سوکھی بالی کے
مانند نہ ہو جائے، اور میری بارگاہ میں اس حالت میں حاضر ہو کہ وہ شخص تم لوگوں کی
ولایت سے عناد رکھتا ہو تو میں اُسے اُس وقت تک معاف نہیں کروں گا جب تک
وہ تم لوگوں کی ولایت کا اقرار نہ کرے۔
اے محمد ---- کیا تم (اپنی اولاد میں سے) ان تمام لوگوں کو دیکھنا چاہتے ہو؟
میں نے کہا۔
ہاں-- اے میرے پروردگار۔
ارشادِ قدرت ہوا کہ:- عرش کے داہنی طرف رُخ کرو۔
میں نے جب (اس طرف) رُخ کیا تو مجھے:
علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی بن الحسینؑ (زین العابدینؑ)، محمد بن علیؑ (باقر)
جعفر بن محمد (صادق)، موسیٰ بن جعفر (کاظم)، علی بن موسیٰ (رضا)، محمد بن علی (تقی)،
علی بن محمد (نقی) حسن بن علی (عسکری)، اور (میرے فرزند مہدیؑ نور کے پیکر

میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے ہوئے نظر آئے)

(ملاحظہ فرمایئے، ینابیع المودۃ، اثبات الہداۃ، غایۃ المرام، احقاق الحق وغیرہ)

(۵)

اور حسن بن خالد... نے ایک دوسرے سلسلہ سند سے حضور اکرمؐ کی حدیث نقل کی ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

من احب ان یتمسک بدینی یرکب سفینۃ النجاۃ بعدی فلیقتد بعلی بن ابی طالب ولیعاد عدوہ ولیوال ولیہ، فانہ وصیی وخلیفتی علی امتی فی حیاتی وبعد وفاتی وھو امام کل مسلم وامیر کل مؤمن بعدی قولہ قولی وامرہ امری ونھیہ نھیی وتابعہ تابعی وناصرہ ناصری وخاذلہ خاذلی۔

ثم قال: من فارق علیا بعدی لم یرنی ولم ارہ یوم القیامۃ، ومن خالف علیا حرم اللہ علیہ الجنۃ وجعل ماویہ النار ـــ ومن خذل علیا خذلہ اللہ یوم یعرض علیہ ومن نصر علیا نصرہ اللہ یوم یلقاہ ولقنہ حجتہ عند المسئلۃ۔

ثم قال: والحسن والحسین اماما امتی بعد ابیھما وسیدا شباب اھل الجنۃ وامھما سیدۃ نساء العالمین وابوھما سید الوصیین۔

ومن ولد الحسین تسعۃ ائمۃ تاسعھم القائم

من ولدی طاعتھم طاعتی ومعصیتھم معصیتی۔

الی اللہ اشکوا المنکرین لفضلھم والمضیعین لحرمتھم بعدی وکفی باللہ ولیا وناصرا...

(حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ میرے دین سے متمسک ہو، اور میرے بعد کشتیٔ نجات سے وابستہ رہے اسے چاہیئے کہ:

علی ابن ابی طالبؑ کی اقتداء کرے۔

اُن کے دشمن سے دشمنی، اور اُن کے چاہنے والوں سے محبت رکھے۔

کیونکہ وہ میرے وصی ہیں۔

میری زندگی میں بھی، اور میری وفات کے بعد بھی، اُمت میں وہی میرے جانشین ہیں۔

وہ ہر مسلمان کے پیشوا اور میرے بعد ہر مومن کے حاکم ہیں۔

اُن کا قول، میرا قول ہے۔

اُن کا فرمان، میرا فرمان ہے۔

اور جس بات سے وہ منع کریں وہ (درحقیقت) میری ہی منع کردہ بات ہوگی)

اُن کی پیروی کرنے والا، میرا پیروکار ہے۔

اُن کی مدد کرنے والا میرا مددگار ہے۔

اور اُن کا ساتھ چھوڑنے والا، درحقیقت میرا ساتھ چھوڑنے والا ہے۔

اُس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

میرے بعد، جو شخص، علی کا ساتھ چھوڑے گا، وہ روزِ قیامت میری زیارت نہ کر سکے گا، اور نہ میں اُس کی طرف دیکھوں گا۔

جو شخص علی کی مخالفت کرے گا، خداوندِ عالم جنّت کو اُس کے لئے حرام قرار دے گا، اور ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔

جو شخص علی کا ساتھ چھوڑے گا، خداوندِ عالم اُس دن اُسے رسوا کریگا جس دن سب لوگ خدا کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔

اور جو علی کی مدد کرے گا، لقائے پروردگار کے دن خداوندِ عالم اُن کی تائید کرے گا اور حساب کے موقع پر اس کو اپنے حجت و برہان کی تفہیم کرے گا۔

اُس کے بعد حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:

"حسنؑ اور حسینؑ اپنے پدرِ بزرگوار (علی ابنِ ابی طالب) کے بعد اُمّت کے امام ہیں، وہ دونوں جوانانِ جنّت کے سردار ہیں، اُن کی مادرِ گرامی (فاطمۂ زہراؑ) خواتینِ عالم کی سردار ہیں، اور ان دونوں کے والد (تمام) اوصیاء کے سردار ہیں۔

اور حسینؑ کی اولاد میں "۹" امام ہوں گے جن میں سے نویں، قائم آلِ محمدؑ امام مہدی ہوں گے۔

ان (ائمہ) کی اطاعت، درحقیقت میری اطاعت، اور اُن کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔

میں خدا کی بارگاہ میں، اُن تمام لوگوں کی شکایت کروں گا جو اُن کے فضل (و شرف) کا انکار کریں، اور میرے بعد اُن کے احترام کا خیال نہ رکھیں۔

ولی، اور مددگار کی حیثیت سے تو اللہ ہی کافی ہے۔...)

(ینابیع المودۃ، ج...)

٭

مذکورہ بالا حدیث میں اگرچہ امامِ چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کا اسمِ مبارک موجود نہیں ہے۔

لیکن یہ ذکر موجود ہے کہ، حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد ورثۂ امامت اُن کے "۹" فرزندوں کے، جن میں سے نویں، قائم آلِ محمدؑ ہیں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں جو "۹" امام ہیں، اُن میں سب سے پہلے آپ کے فرزندِ ارجمند:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

٭

اور حموینی کی روایت ہے کہ:

... حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو اجتماعِ عام کا حکم دیا، پھر ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

ایھا الناس اتعلمون ان اللہ عز وجل مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بھم من انفسھم۔

قالوا: بلی یا رسول اللہ۔

قال: قم یا علی ـــ فقمت، فقال:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ ـــ اللھم وال من والاہ، وعاد من عاداہ۔

فقام سلمان فقال: یا رسول اللہ، ولایۃ ماذا؟

فقال: ولایۃ کولایتی، من کنت اولی بہ من نفسہ فعلی اولی بہ من نفسہ"

فنزل اللہ تعالی...

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

فکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ اکبر تمام نبوتی وتمام دین اللہ ولایۃ علی بعدی۔

فقام ابوبکر وعمر فقالا:

یا رسول اللہ ــــ ھؤلاء الآیات خاصۃ فی علی؟

قال: بلی فیہ وفی اوصیائی ــــــ الی یوم القیامۃ۔

قالا: یا رسول اللہ بینھم لنا۔

قال ــــ علی اخی ووزیری ووارثی ووصیی، وخلیفتی فی امتی وولی کل مومن بعدی، ثم ابنی الحسن، ثم الحسین، ثم تسعۃ من ولد ابنی الحسین: واحد بعد واحد ــــ القرآن معھم وھم مع القرآن لا یفارقونہ، ولا یفارقھم حتی یردوا علی الحوض..

(اے لوگو ــــ کیا تم لوگوں کو اس بات کا علم (و یقین) ہے کہ خداوند عالم میرا مولا ہے۔

میں صاحبان ایمان کا مولا ہوں، اور اُن کے نفسوں پر اُن سے

زیادہ حق رکھتا ہوں۔؟

لوگوں نے کہا:- ہاں - اے خدا کے رسول۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے علی! کھڑے ہو جاؤ۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا، تو حضرت رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا:

"جس کا میں مولا ہوں، اُس کے علی مولا ہیں ــــ اے خداوندا! جو علی سے محبت کرے، تو اُس سے محبت کرنا۔ اور جو علی سے عداوت کرے تو اسے (اپنا) دشمن قرار دینا۔

اس موقع پر جناب سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے دریافت کیا:

"اے خدا کے رسول ــــ اس ولایت سے کیا مراد ہے۔؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جیسی میری ولایت ہے، ویسی ہی ان کی ولایت ہے، جن لوگوں کے نفسوں پر مجھے خود اُن سے زیادہ حق حاصل ہے، اُن کے نفسوں پر علی کو بھی، خود اُن لوگوں سے زیادہ حق حاصل ہے۔

اُس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے دینِ اسلام سے راضی ہو گیا"

(یہ سن کر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے تکبیر بلند کی، اور فرمایا:

"خدا کی بڑائی (بیان کرتا ہوں) نبوت کی تکمیل پر ــــ اور اس بات پر کہ میرے بعد علی کی ولایت سے دین پورا ہوا۔

اس موقع پر شیخین کھڑے ہوئے، اور دریافت کیا:

"اے خدا کے رسول ـــــ کیا یہ آیت حضرت علی (ابن ابی طالب) کے لئے مخصوص ہے۔؟"

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔

"ہاں یہ ان کے بارے میں اور قیامت تک آنے والے میرے اوصیاء کے بارے میں ہے!"

ان دونوں حضرات نے گذارش کی،

"اے خدا کے رسول (ان اوصیاء) کی وضاحت فرمایئے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(ان میں سب سے پہلے) علیؑ ہیں جو میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وارث، میرے وصی اور اُمت میں میرے جانشین ہیں۔

میرے بعد ہر صاحب ایمان کے ولی (وسرپرست) ہیں۔

پھر میرے فرزند حسنؑ (ابن علی)

اس کے بعد حسینؑ (ابن علی)

اس کے بعد حسینؑ کی اولاد میں "۹" حضرات یکے بعد دیگرے (میرے وصی ہوں گے)

قرآن اِن لوگوں کے ساتھ ہوگا، اور وہ قرآن کے ساتھ ہوں گے، نہ کبھی وہ قرآن کو چھوڑیں گے نہ قرآن اُن کو چھوڑے گا، یہاں تک (روزِ قیامت) حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے غایت المرام فی حجۃ الخصام)

۱۵

راوی نے اگرچہ تصریح نہیں کی ہے، لیکن قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایت واقعہ غدیر سے ہی متعلق ہے، جب ۱۸ ذی الحجہ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر، "غدیر" کے مقام پر سرورِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لاکھ سے زیادہ حجاج کرام کو اس میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔

جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا، جس میں آپ نے اپنی تیئس (۲۳) سالہ تبلیغی خدمات کا ذکر کیا۔

اور پھر مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان کیا، جس کے بعد آپ کے ساتھیوں نے، جناب امیرؑ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

"بخٍ بخٍ لک یا ابن ابی طالبؑ فقد اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنۃ ـــــ (مبارک ہو، مبارک ہو، اے ابو طالبؑ کے فرزند، بیشک آپ ہمارے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے)

◆

اور سلیم کی روایت ہے:

... قال علی علیہ السلام:

ایھا الناس اتعلمون ان اللہ انزل فی کتابہ:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

فجمعنی وفاطمۃ وابنی حسنا والحسین ثم القی علینا کساءً وقال م:

اللهم هولاء اهل بيتي وخاصتي، يؤلمني ما يؤلمهم
ويحزنني ما يحزنهم، فاذهب عنهم الرجس
وطهرهم تطهيرا۔
فقالت: ام سلمه:
وانا يا رسول الله؟
فقال: انت الى خير، انما نزلت فيّ، وفي علي
بن ابي طالب، وفي ابني وتسعة من ولد الحسين
خاصة۔۔
فقالوا، كلهم: نشهد ان ام سلمه حدثتنا بذلك
فسألنا رسول الله فحدثنا كما حدثتنا۔
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:
"اے لوگو! کیا تم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ خداوند عالم نے
(جب) اپنی کتاب (قرآن مجید) میں یہ آیت نازل فرمائی کہ:
"بیشک اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ: "اے اہل بیت پیغمبر تم سے
ہر رجس کو دور رکھے۔ اور تمہیں ایسا پاک کرے جو طہارت کا حق ہے"
تو آنحضرتؐ نے مجھے (حضرت) فاطمہ اور میرے بیٹوں حسنؑ و حسینؑ
کو اکٹھا کیا، اور ہم سب کو ایک چادر کے نیچے لے کر دعا فرمائی:
"اے خداوندا ـــــ یہ میرے اہلبیتؑ اور میرا گوشت
(پوست) ہیں، جو بات ان کو رنجیدہ کرے گی، وہ مجھے بھی رنجیدہ
کرے گی، جس بات سے ان کا (دل) زخمی ہوگا اس بات سے میرا بھی
(دل) زخمی ہوگا۔

گروہ سے ہر رجس کو دور رکھنا اور انھیں ایسی طہارت عطا فرمانا جو طہارت
کا حق ہے۔
یہ سن کر جناب ام سلمیٰ نے کہا:
"اے خدا کے رسولؐ کیا میں (بھی چادر کے نیچے آجاؤں)؟
حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:
تم نیکی پر ہو ـــــ (البتہ یہ آیت میرے بارے میں، علیؑ
بن ابی طالبؑ (میری بیٹی فاطمہ زہراؑ) میرے دونوں فرزندوں
(حسنؑ و حسینؑ) اور حسینؑ کی اولاد میں "۹" (ائمہ) کے لئے خاص طور سے
نازل ہوئی ہے)
یہ سن کر سب نے کہا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ جناب ام سلمیٰ نے یہ
سب کچھ ہم سے بیان کیا تھا۔
اور جو کچھ انہوں نے بتایا تھا اس کا ذکر ہم لوگوں نے رسولِ خدا کے
سامنے کیا تو آنحضرتؐ نے بھی اس کی تائید فرمائی۔)

غور کرنے سے یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ:
یہ روایت "درحقیقت" حدیثِ کساء کا ہی تسلسل ہے، جو مفصل
مضمون کے ساتھ ہماری دعاؤں کی کتابوں میں موجود ہے اور جس کو اسی
طرح جیسے عالم نے معتبر اسناد کے ساتھ جناب جابر بن عبداللہ انصاری
سے نقل کیا ہے۔
اور بعض اہلسنت کی نہایت معتبر کتابوں وغیرہ میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے

—— نیز ——

آپ نے اُن لوگوں سے یہ بھی فرمایا کہ:

انشدکم اللہ —— اتعلمون ان اللہ انزل فی سورۃ الحج:

"یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ۔ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ، ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ، ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین من قبل وفی ھذا ، لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس ، فاقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ واعتصموا باللہ ، ھو مولاکم فنعم المولی ونعم النصیر۔"

فقام سلمان ، وقال:

یارسول اللہ —— من ھؤلاء الذین انت علیھم شھید وھم شھداء علی الناس —— الذین اجتباھم اللہ ، ولم یجعل علیھم فی الدین من حرج —— ملۃ ابراھیم!؟

قال ؑ:

عنی بذلک ثلاثۃ عشر رجلا خاصۃ ، من دون ھذہ الامۃ!

قال سلمان ۔ بینھم لنا یارسول اللہ ۔!

قال ؑ ۔

انا واخی علی ، واحد عشر من ولدی۔

قالوا ۔ —— اللھم نعم۔

(میں تم لوگوں کو خداوند عالم کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ:

کیا تمہارے علم میں ہے کہ خداوند عالم نے سورۂ حج میں فرمایا:

"اے ایمان والو —— رکوع اور سجدہ کرتے رہو ، اپنے پروردگار کی عبادت کرو ، اور نیک کام کرتے رہو ، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

اُسی نے تمہیں برگزیدہ قرار دیا ہے ، اور تم پر دین کے بارے میں کوئی سختی روا نہیں رکھی۔

(یہ) تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملّت ہے! —— اُن ہی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ، اس (قرآن سے) پہلے بھی اور اس میں بھی۔

تاکہ پیغمبر تم لوگوں پر گواہ ہوں ، اور تم لوگ (تمام) بنی نوع انسان پر گواہ رہو۔

پس تمہیں چاہیئے کہ نماز قائم کرو ، زکوٰۃ ادا کرو ، اور اللہ سے (پوری طرح سے) وابستہ رہو۔

وہی تمہارا مولا ہے —— اور وہ بہت اچھا مولا ، اور بہت اچھا مددگار ہے۔"

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس آیت کی تلاوت فرمائی) —— تو سلمانؓ (فارسی) کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا۔

"اے خدا کے رسول ——

"وہ لوگ کون ہیں جن پر آپ گواہ ہوں گے ، اور وہ لوگ باقی انسانوں پر گواہ ہوں گے؟

جن کو خداوندِ عالم نے برگزیدہ قرار دیا ہے۔؟
جن پر دین کے سلسلہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے!
جو ملتِ ابراہیم ہیں —— ؟
یہ سُن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔
(آیت میں) اُمّت کے (عام) لوگوں کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ خاص طور سے تیرہ اشخاص کو مراد لیا گیا ہے۔
سلمان نے کہا: اے خدا کے رسول بیان فرمایئے (وہ کون لوگ ہیں)؟
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:
"میں، علیؑ اور میری اولاد میں سے گیارہ (ائمہ)"۔
(جب امیرالمومنینؑ نے لوگوں کے سامنے اس واقعے کا ذکر کیا اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ تم لوگوں نے یہ باتیں سُنی ہیں یا نہیں)
تو سب نے کہا کہ: خداوندا (گواہ رہنا) —— ہاں (ہم نے ایسا ہی سنا ہے)

⑥

جناب ابن عباس سے منقول ہے کہ:
"ایک یہودی جس کا نام نعثل تھا حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے خداوندِ عالم کی ذات، صفات، اور اس کی وحدانیت وغیرہ کے بارے میں متعدد سوالات کئے۔
اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کے سوالات کے ایسے مدلل جوابات مرحمت فرمائے کہ وہ سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

آخر میں اُس نے حضورِ اکرم سے دریافت کیا کہ:
... فاخبرني عن وصيك من هو؟ فما من نبي الا وله وصي، وان نبينا موسى ابن عمران اوصى الى يوشع بن نون —؟
فقال: نعم — ان وصيي والخليفة من بعدي علي بن ابي طالب، وبعده سبطاي الحسن والحسين، ويتلوه تسعة من صلب الحسين ائمة ابرار.
قال: يا محمد، فسمهم لي!
قال: نعم — اذا مضى الحسين فابنه علي فاذا مضى علي فابنه محمد — فاذا مضى محمد فابنه جعفر — فاذا مضى جعفر فابنه موسى فاذا مضى موسى فابنه علي، فاذا مضى علي فابنه محمد ثم ابنه علي ثم ابنه الحسن ثم الحجة ابن الحسن، فهذه اثنا عشر ائمة عدد نقباء بني اسرائيل.
قال: فاين مكانهم في الجنة؟
قال: معي في درجتي!
قال: اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله واشهد انهم الاوصياء بعدك.
ولقد وجدت هذا في الكتب المتقدمة وفيما عهد الينا موسى ابن عمران، انه اذا كان آخر الزمان يخرج نبي يقال له احمد خاتم الانبياء

لا نبی بعدہ ویخرج من صلبہ ائمۃ ابرار عدد الاسباط

قال: فقال لہ:

یا ابا عمارۃ —— اتعرف الاسباط ؟

قال: نعم یا رسول اللہ، انہم کانوا اثنا عشر۔

(آپ بتائیے: آپ کے وصی (اور جانشین) کون ہیں؟

کیونکہ ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی وصی ہوتا ہے۔

ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران نے (دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے) جناب "یوشع بن نون" کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔

یہ سُن کر حضور اکرمؐ نے فرمایا:

ہاں —— (میرا وصی بھی خدا کی طرف سے معین ہے) میرے وصی اور میرے بعد میرے جانشین علیؑ بن ابی طالب ہیں۔

اُن کے بعد میرے دونوں نواسے —— حسنؑ اور حسینؑ —— اور ان کے بعد اولادِ حسینؑ سے "۹" اشخاص —— امام برحق ہونگے۔

انہوں نے کہا:۔ اُن ائمہ کے نام مجھے بتائیے۔

تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

جب حسینؑ دنیا سے چلے جائیں گے تو ان کے بیٹے "علیؑ زین العابدین" امام ہوں گے۔

جب علیؑ (بن الحسینؑ) دنیا سے رخصت ہوں گے تو اُن کے بیٹے "محمدؑ (باقرؑ)"

جب محمد باقرؑ دنیا سے رخصت ہوں گے تو اُن کے فرزند جعفر (صادقؑ)۔

جب جعفر (صادقؑ) رخصت ہوں گے تو ان کے بیٹے موسیٰؑ (کاظمؑ)

جب موسیٰؑ (کاظمؑ) رحلت کر جائیں تو اُن کے فرزند علیؑ (رضاؑ) اور جب علیؑ (رضاؑ) دنیا سے رخصت ہوں تو ان کے فرزند محمد (تقیؑ) (پھر جب محمد (تقیؑ) کا انتقال ہو جائے تو) اُن کے بیٹے علیؑ (نقیؑ) (جب علیؑ (نقیؑ) دنیا سے رخصت ہو جائیں تو) اُن کے فرزند حسن (عسکریؑ) اور جب حسن عسکریؑ اس دنیا سے جائیں تو) اُن کے فرزند حجۃ (قائمؑ - امام مہدیؑ)

یہ ہیں "۱۲" امام

نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق۔

اُس (نعثل) نے پوچھا، ان لوگوں کا جنت میں مرتبہ کیا ہوگا۔؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ میرے ہی درجے میں ہوں گے۔

یہ سُن کر (نعثل) نے دینِ اسلام قبول کیا۔ (کہنے لگا):

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آپ (محمد مصطفیٰؐ) خدا کے رسولؐ ہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی (مذکورہ بالا اشخاص) آپؐ کے وصی ہوں گے۔ میں نے یہ باتیں گذشتہ کتابوں میں پڑھی ہیں۔ اور اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران نے بھی ہم سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ:

آخری زمانہ میں ایک نبیؐ آئیں گے جن کا لقب احمدؐ ہوگا۔ وہ خدا کے آخری پیغمبر ہوں گے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ان کی نسل سے ۱۲ ائمہ برحق ہوں گے اسباط (نقبائے بنی اسرائیل) کی تعداد کے مطابق۔

حضرت رسولِ خدا نے دریافت فرمایا۔ "اے ابو عمارہ، کیا تمہیں اسباط کی تعداد معلوم ہے؟"
کہنے لگا: "جی ہاں، اے خدا کے رسول، ان کی تعداد "۱۲" تھی۔"

اسی سلسلہ میں وہ روایت بھی قابلِ ذکر ہے جس کا ذکر بکر بن صالح نے عبدالرحمٰن ابنِ سالم کے سلسلۂ سند سے کیا ہے... کہ:
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر بن عبداللہ انصاری علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ:
"مجھے آپ سے ایک کام ہے، جس وقت آپ کے لئے آسان ہو میں تنہائی میں آپ سے ملاقات کروں گا۔"
یہ سن کر جناب جابرؓ نے کہا کہ آپ جب مناسب سمجھیں میں حاضر ہوں!
پھر جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب جابر بن عبداللہ سے تنہائی میں ملاقات کی تو فرمایا:
"مجھے اس "لوح" کے بارے میں بتائیں جو آپ نے ہماری مادرِ گرامی حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ کے (پاس) دیکھی تھی اور جو کچھ ان معظمہ نے اس "لوح" کے نوشتہ کے بارے میں آپ کو بتایا تھا!"
جناب جابرؓ نے کہا کہ:
"میں (اپنی اس گفتگو پر) خداوندِ عالم کو گواہ قرار دیتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ:
حضرت رسولِ خدا کے دورِ حیات میں جب نواسۂ رسول حضرت امام حسین

کی ولادت باسعادت کی مبارک باد پیش کرنے کے لئے میں حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے درِ اقدس پر حاضر ہوا تو شہزادی کے پاس مجھے سبز رنگ کی ایک "لوح" نظر آئی (جس کا رنگ تھا عمدہ اور شفاف تھا کہ) میں سمجھا کہ یہ زمرد کی بنی ہوئی ہے۔
اس لوح پر اس قدر نورانی تحریر نظر آرہی تھی جیسے آفتاب کی کرن
میں نے شہزادی کونین سے عرض کیا کہ:
اے دخترِ رسول ـــــ یہ "لوح" کیسی ہے؟
شہزادی نے فرمایا۔ یہ "لوح" مجھے (میرے پدر بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحفہ کے طور پر دی ہے اس میں میرے والد، میرے شوہر، میرے فرزندان، اور میری اولاد میں جو اوصیاء ہوں گے ان کے نام (لکھے ہوئے) ہیں، جسے میرے پدر بزرگوار نے مجھے بشارت دیتے ہوئے عطا فرمایا تھا۔
جنابِ جابرؓ کا بیان ہے کہ پھر شہزادیِ کونین نے مجھے وہ "لوح" عطا فرمائی جسے میں نے پڑھا اور (ان کی اجازت سے) اس کی نقل بھی اپنے پاس رکھ لی...
۔ اس کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جناب جابرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ: "آپ لوح کا وہ نسخہ اپنے ہاتھ میں لیجئے، جو آپ کے پاس ہے۔"
اس کے بعد امام علیہ السلام نے ایک تحریر پڑھنی شروع کی، جو ان کے دستِ مبارک میں تھی، اور جابرؓ اس لوح کو دیکھتے رہے، جو ان کے پاس تھی ـــ دونوں تحریروں میں ایک حرف کا بھی فرق نہ تھا۔

جناب جابرؓ نے کہا:
میں خداوند عالم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس "لوح" میں اسی طرح لکھا ہوا ہے:
("لوح" کی عبارت یہ ہے):

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھذا کتاب من اللہ العزیز الحکیم لمحمد نورہ وسفیرہ وحجابہ ودلیلہ، نزل بہ الروح الامین من عند رب العالمین:

عظم یا محمد اسمائی واشکر نعمائی ولا تجحد آلائی۔

انی انا اللہ، لا الٰہ الا انا قاصم الجبارین، ومذل الظالمین، ودیان الدین۔

انی انا اللہ، لا الٰہ الا انا، فمن رجا غیر فضلی او خاف غیر عدلی عذبتہ عذابا لا اعذبہ احدا من العالمین

فایای فاعبد، وعلی فتوکل،

انی لم ابعث نبیا فاکملت ایامہ وانقضت مدتہ الا جعلت لہ وصیا، وانی فضلتک علی الانبیاء وفضلت وصیک علی الاوصیاء واکرمتک بشبلیک بعدہ وسبطیک حسن وحسین فجعلت حسنا معدن علمی بعد انقضاء مدۃ ابیہ وجعلت حسینا خازن وحیی فاکرمتہ بالشھادۃ وختمت لہ بالسعادۃ فھو افضل من

استشھد واوفع الشھداء درجۃ۔
وجعلت کلمتی التامۃ معہ، والحجۃ البالغۃ عندہ بعترتہ اثیب واعاقب:
اولھم سید العابدین وزین اولیائی الماضین۔
(ص۔ ع)

ا۔ شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے
یہ تحریر، خداوند عزیز و حکیم کی طرف سے (حضرت) محمدؐ کے لئے ہے جو اس کے نور، اس کے نمائندے، حجاب الٰہی اور دلیلِ خداوندی ہیں۔
اسے روح الامین نے ربّ العالمین سے لے کر آنحضرتؐ تک پہونچایا۔
اے محمدؐ ——— میرے ناموں کی تعظیم اور میری نعمتوں کا شکر کیجئے، اور میرے احسانات کا انکار نہ فرمایئے گا۔
بیشک میں خدائے (واحد) ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔
میں جابروں کی کمر توڑنے والا۔
ظالموں کو رسوا کرنے والا ——— اور
دین بھیجنے والا ہوں۔
میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے!
جو شخص میرے فضل کے علاوہ، کسی اور چیز کا امیدوار ہو، اور میرے عدل کے علاوہ کسی اور بات (جیسے میرے ظلم) سے ڈرتا ہو تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا، جیسا پورے جہان میں کسی کو نہ دیا ہو۔

میری ہی عبادت کرتا اور مجھ پر ہی توکل کرتا۔

میں نے جب بھی کوئی پیغمبر بھیجا، اور ان کا عہد پورا ہوا، اور اُن کی مدت تمام ہوئی، تو اُن کے لئے ایک وصی و جانشین مقرر کر دیا۔

میں نے تمہیں تمام پیغمبروں سے افضل قرار دیا — اور تمہارے وصی کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی۔

اور اُن کے بعد تمہارے دونوں نواسوں حسن اور حسین کو تمہارے باعثِ کرامت قرار دیا۔

حسن، اپنے والد کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد میرے علم کے خزینہ دار، اور اُن کے بعد حسین میرے پیغام کے محافظ ہوں گے۔

میں اُن کو شہادت سے سرفراز کروں گا، اور سعادت پر ان کا خاتمہ ہوگا۔

وہ تمام شہیدوں سے افضل ہوں گے — اور درجات کے لحاظ سے شہیدان (راہِ خدا) کے درمیان بلند ترین مرتبے پر (فائز) ہوں گے۔

میں نے اپنا کامل پیغام اُن کے ساتھ رکھا ہے۔

حجۃ بالغہ اُن کے پاس ہے۔

اور اُن کی نسل (کے ہر ایک کی اطاعت یا نافرمانی) کی بنیاد پر میں لوگوں کو ثواب و عقاب دوں گا۔

اُن میں سب سے پہلے وہ ہوں گے جو سید العابدین اور میرے اولیائے گذشتگان کی زینت ہوں گے۔ (یعنی علی بن الحسین زین العابدین)

۔۔۔۔۔

اور اب اس سلسلہ کی ایک اور روایت، جس میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اسمائے گرامی کے ساتھ اُن کے القاب، اُن کے پدرِ بزرگوار اور مادرِ گرامی کے اسماء بھی مذکور ہیں۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر جب میں جناب امیرؑ اور شہزادیؑ کونینؑ کو مبارکباد دینے کے لئے ان کے درِ اقدس پر حاضری دی۔۔ تو شہزادی نے مجھے ایک ایسے صحیفے کی زیارت کرائی جس میں حضور اکرمؐ، اور ان کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اسمائے گرامی، اس طرح لکھے ہوئے تھے:

ابو محمد علی بن الحسین - اُمہ شاہ بانو بنت یزدجرد

ابو جعفر محمد بن علی - الباقرؑ اُمہ: اُم عبداللہ بنت الحسن بن علی۔

ابو عبداللہ جعفر بن محمد - الصادقؑ اُمہ: اُم فروہ بنت القاسم

ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر — اُمہ: حمیدہ۔

ابو الحسن علی بن موسیٰ — الرضاؑ اُمہ: نجمہ۔

ابو جعفر محمد بن علی — اُمہ: خیزران

ابو الحسن علی بن محمد — اُمہ: سوسن

ابو محمد الحسن بن علی — اُمہ: سمانہ

ابو القاسم محمد بن الحسن — القائمؑ اُمہ: نرجس

صلوات اللہ علیہم اجمعین

(م ا ع)

(حضرت ابو القاسم محمد بن عبداللہ — (جن کا لقب) مصطفےٰ (ہے) کی والدہ

جناب آمنہ بنت وہب ہیں۔

ابوالحسن علیؑ بن ابی طالب (جن کا لقب) مرتضیٰ ہے اور ان کی مادر گرامی جناب فاطمہ بنت اسد جناب ہاشم کی پوتی تھیں۔

ابو محمد حسنؑ بن علیؑ اور ابو عبداللہ حسینؑ بن علیؑ۔

ان دونوں حضرات کی مادر گرامی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں (جو پیغمبرؐ اکرم کی بیٹی ہیں)۔

ابو محمد، علی بن الحسین (زین العابدین) —— ان کی والدہ جناب شاہ بانو (شہر بانو) بنت یزدجرد ہیں۔

ابو جعفر محمد بن علی (باقرؑ) —— ان کی مادر گرامی ام عبداللہ بنت حسنؑ بن علیؑ کی بیٹی ہیں۔

ابو عبداللہ جعفر بن محمد (صادقؑ) —— ان کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم ہے۔

ابو ابراہیم، موسیٰ بن جعفر (کاظمؑ) —— ان کی ماں کا نام حمیدہ ہے

ابوالحسن، علیؑ بن موسیٰؑ (الرضاؑ) —— ان کی والدہ کا نام (جناب) نجمہ ہے

ابو جعفر، محمد بن علی (تقیؑ) —— ان کی ماں کا نام خیزران ہے۔

ابوالحسن، علی بن محمد (نقیؑ) —— ان کی مادر گرامی سوسن ہیں

ابو محمد، الحسن بن علی (عسکری) —— ان کی والدہ کا نام سمانہ ہے

ابوالقاسم، (حجت خدا، قائم آل محمدؐ، امام مہدی) محمد بن الحسن ان کی والدہ ماجدہ جناب نرجس (خاتون) ہیں۔

ان ہستیوں پر خداوند عالم کی طرف سے درود و سلام ہو۔

ام المومنین جناب ام سلمہ (زوجۂ حضورِ اکرمؐ) فرماتی ہیں کہ: قال رسول اللہؐ

لما اسری بی الی السماء، نظرت فاذا مکتوب علی العرش:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ونصرتہ بعلی، ورأیت انوار علی وفاطمہ والحسن والحسین وانوار علی بن الحسین ومحمد بن علی وجعفر بن محمد وموسیٰ بن جعفر وعلی بن موسیٰ ومحمد بن علی وعلی بن محمد والحسن بن علی ورأیت نور الحجۃ یتلالا بینھم کانہ کوکب دری۔

فقلت: یارب من ھٰذا ومن ھؤلاء؟

فنودیت:

یا محمد —— ھذا نور علی وفاطمہ، وھذا نور سبطیک الحسن والحسین —— وھذہ انوار الائمۃ بعدک من ولد الحسین مطھرون معصومون۔

(حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

جب (شب معراج) مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے عرش پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی۔ کہ:

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ خدا کے رسول ہیں جن کی تائید میں نے علیؑ کے ذریعے کی، اور جن کی مدد میں نے علیؑ کے ذریعے کی۔"

نیز

میں نے علیؑ —— فاطمہؑ —— حسنؑ —— حسینؑ —— علی بن الحسینؑ (زین العابدین) —— محمد بن علیؑ (باقرؑ) —— جعفر بن محمد (صادقؑ) —— موسیٰ بن جعفر (کاظمؑ) —— علی بن موسیٰ (رضاؑ) —— محمد بن علی (تقیؑ) —— علی بن محمد (نقیؑ) —— حسن بن علی (عسکری) کے انوار دیکھے۔

اور حجت (قائم آل محمدؐ) کا نور ان انوار کے درمیان چمکتے ہوئے ستارے

کے مانند دیکھا

میں نے عرض کیا: اے پالنے والے یہ (چمکتے ہوئے ستارے جیسا) اور یہ سب (انوار) — کون لوگ ہیں؟

تو آواز آئی: —

اے پیغمبر — (دو نور) علیؑ و فاطمہؑ کے ہیں۔

(دو نور) — حسنؑ و حسینؑ کے ہیں جو تمہارے نواسے ہیں۔

اور باقی (نو) انوار ان اماموں کے ہیں جو تمہارے بعد دنیا میں آئیں گے، حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے۔

سب پاک و پاکیزہ، اور سب معصوم ہوں گے۔

(ملاحظہ فرمایئے: غایت المرام ص ۱۷۶)

(۷)

اور آخر میں جناب عیسیٰ بن موسیٰ کی ایک روایت پیش کر کے ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں تاکہ گفتگو زیادہ طولانی نہ ہو جائے۔

وہ کہتے ہیں کہ:

حدثنی ابی، عن ابیہ، عن آبائہ، عن الحسین بن علی علیہ السلام، قال:

دخلت فی بیت ام سلمۃ وقد نزلت علیہ ہذہ الآیۃ:

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

فقال رسول اللہ

یا علی ہذہ الآیۃ فیک وفی سبطی والائمۃ من ولدک

قلت: یا رسول اللہ وکم الائمۃ بعدک

قال: انت یا علی ثم الحسن — ثم الحسین — و بعد الحسین علی ابنہ وبعد علی: محمد ابنہ — و بعد محمد: جعفر ابنہ، وبعد جعفر: موسیٰ ابنہ وبعد موسیٰ: علی ابنہ، وبعد علی: محمد ابنہ وبعد محمد: علی ابنہ، وبعد علی: الحسن ابنہ — والحجۃ من ولد الحسن

ہکذا اسماؤہم مکتوبۃ علی ساق العرش فسئلت اللہ تعالیٰ عن ذلک، فقال:

یا محمد — ہذہ الائمۃ بعدک مطہرون معصومون واعداءہم ملعونون۔

(امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

میں جناب ام سلمہؓ کے گھر میں داخل ہوا۔

(یہ وہ وقت تھا جب آیت تطہیر نازل ہوئی)

"اے پیغمبر کے اہل بیت اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاکیزگی کا حق ہے"

حضرت رسول خدا نے فرمایا:

"اے علیؑ — یہ آیت تمہارے بارے میں، میرے دونوں نواسوں کے بارے میں اور تمہاری اولاد سے دنیا میں آنے والے ائمہ کے بارے میں ہے۔

میں نے کہا: اے خدا کے رسولؐ آپ کے بعد کتنے امام

ہوں گے۔؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اے علیؑ —— تم، پھر حسنؑ، پھر حسینؑ۔

حسینؑ کے بعد اُن کے بیٹے علی (زین العابدینؑ) پھر اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد (باقرؑ)

محمد (باقرؑ) کے بعد ان کے بیٹے جعفر (صادقؑ)

جعفر (صادقؑ) کے بعد اُن کے بیٹے موسیٰ (کاظمؑ)

موسیٰ (کاظمؑ) کے بعد اُن کے بیٹے علی (رضاؑ)

علی (رضاؑ) کے بعد اُن کے بیٹے محمد (تقیؑ)

محمد (تقیؑ) کے بعد اُن کے بیٹے علی (نقیؑ)

علی (نقیؑ) کے بعد اُن کے بیٹے حسن (عسکریؑ)

اور آخر میں) حسن (عسکریؑ) کے بیٹے حجت (خدا —— قائم آلِ محمدؑ امام مہدیؑ)

اسی طرح ان کے اسماء ساقِ عرش پہ لکھے ہیں۔

میں نے ان کے بارے میں خداوندِ عالم سے دریافت کیا تو جواب آیا:

"اے محمدؐ —— یہ تمہارے بعد لوگوں کے امام ہوں گے، سب پاک و پاکیزہ [illegible] —— [illegible] ہیں۔

([illegible])

معجزات و کرامات

اربابِ تاریخ و سیر نے امام چہارم حضرت زین العابدینؑ اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کے بکثرت معجزات و کرامات کا تذکرہ اپنی اپنی کتابوں میں، معتبر اسناد و روایات کے ساتھ کیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے عظیم الشان علمی ذخیرہ کا نام:

"مدینۃ المعاجز۔"

ہے اور بلاشبہ یہ کتاب ہماری اُن قابلِ قدر کتابوں میں سے ہے جس سے بکثرت مؤلفین اور اربابِ تحقیق نے فیض حاصل کیا ہے۔

لیکن یہ کتاب آج کل صرف علمی ذخائر اور بہائے گراں بہا کتب خانوں میں ہی دستیاب ہے۔

جس میں ہر امام کے دستِ مبارک پر ظاہر ہونے والے سینکڑوں معجزات کا تذکرہ، راویوں کے سلسلۂ اسناد کے ساتھ درج ہے۔

البتہ اس کے علاوہ بھی معتبر کتابوں میں، ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اُن معجزات کا تذکرہ موجود ہے، جو مستند رواۃ کے ذریعے سے محققین تک پہنچے اور جنہیں بلند مرتبہ علمائے کرام نے اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "امالی" میں یہ روایت نقل کی ہے:

...سفیان بن عیینہ نے زہری سے حکایت کی ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ:

میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا، کہ آپکی
خدمت میں آپکے اصحاب میں سے ایک شخص حاضر ہوا۔
امام علیہ السلام نے اس سے خیریت دریافت کی تو کہنے لگا:
"اے فرزندِ رسولؐ —— میری صورتِ حال یہ ہے کہ،
مجھ پر چار سو دینار[1] قرض ہیں جن کی ادائیگی کے لئے کوئی صورت
نظر نہیں آرہی ہے۔ اسی کے ساتھ اہل و عیال کے اخراجات کے
بوجھ تلے دبا ہوا ہوں، اور کوئی ایسی تدبیر نظر نہیں آتی کہ اُن کی ضروریات پوری
کرسکوں۔
(اس شخص نے اپنی تنگدستی کی ایسی ہولناک کیفیت بیان کی کہ)
اس کی باتیں سن کر امام علیہ السلام کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔
اس نے عرض کیا: "فرزندِ رسولؐ آپ کیوں اشکبار ہیں؟"
فرمایا: "کیا گریہ مصائب و آلام ہی پر تو ہوتا ہے؟"
سب نے کہا: بیشک! اے فرزندِ رسولؐ۔
یہ سن کر امام نے فرمایا:
"کسی آزاد مردِ مومن کے لئے اس سے سخت آزمائش اور کیا
ہوگی کہ وہ اپنے بھائی کی تنگدستی دور نہ کرسکے اسے پریشانی میں دیکھے
اور اس کا ازالہ نہ کرسکے!"
راوی کہتا ہے کہ:

[1] اُس زمانے میں یہ بہت بڑی رقم تھی۔

اس کے بعد سب لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔
اس واقعہ کی خبر جب بعض دشمنوں کو ہوئی تو طعن و تشنیع کرتے ہوئے، وہ
لوگ کہنے لگے کہ:
"ان لوگوں کی حالت بھی عجیب ہے!
کبھی تو یہ دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ آسمان و زمین اور تمام مخلوقات اُن کی
فرماں بردار ہیں اور یہ کہ خداوندِ عالم ان کی کسی فرمائش کو رد نہیں کریگا۔
اور کبھی یہ حال ہے کہ اپنے خاص دوستوں کی حالت درست کرنے سے بھی
مجبور نظر آنے لگتے ہیں —— ؟
دشمنوں کی یہ طعنہ زنی سن کر وہ پریشان حال شخص امامؑ کی خدمت میں ایکبار
پھر حاضر ہوا اور کہنے لگا:
"اے فرزندِ رسولؐ —— فلاں فلاں شخص نے ایسی باتیں کہی ہیں جن کو
برداشت کرنا میرے لئے اپنی پریشانیوں سے زیادہ سخت ہے!
یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:
(تم پریشان نہ ہو) اب خداوندِ عالم کی طرف سے تمہاری پریشانی
دور ہونے کا حکم صادر ہو چکا ہے۔"
اس کے بعد امام علیہ السلام نے گھر کی خدمتگار سے فرمایا کہ:
"میری سحری اور افطاری کا جو سامان رکھا ہے، وہ لاؤ۔"
چنانچہ اس خادمہ نے دو روٹیاں لاکر امام علیہ السلام کی خدمت میں
حاضر کر دیں۔
امام علیہ السلام نے (اپنے پریشان حال صحابی سے فرمایا:
"یہ روٹیاں تم لے جاؤ —— میرے پاس اس وقت ان کے علاوہ کچھ

نہیں ہے، لیکن خداوندِ عالم اسی کے ذریعے سے تمہاری پریشانیاں دور کرے گا اور خیرِ کثیر (رزق) واسع تمہیں ان ہی کے ذریعے سے ملے گا۔"

اس شخص نے وہ روٹیاں اٹھالیں، اور لے کر بازار کی طرف چلا گیا۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ ان روٹیوں کا کیا کرے — اس دوران اسے اپنے قرض کا بوجھ بھی ستا رہا تھا اور اہل و عیال کی پریشانی اور بدحالی بھی، اور شیطان اس کے دل میں بار بار یہ وسوسے ڈال رہا تھا کہ ان دو روٹیوں کا تمہاری اصل حاجت سے کیا تعلق ہے؟

(وہ شخص بازار میں داخل ہوا اور) ایک مچھلی فروش کے پاس سے گزرا جس کی ایک مچھلی دھری ہوئی سوکھ رہی تھی۔

اس شخص نے مچھلی فروش سے کہا کہ،

"تمہاری یہ مچھلی بِن لیے وہ (لگ رہی) ہے، اور میرے پاس ایک روٹی بھی اضافی ہے تو کیا تم ایسا کرسکتے ہو کہ اپنی وہ مچھلی مجھے دے دو، اور اس کے بدلے مجھ سے یہ روٹی لے لو؟"

اس نے کہا: ٹھیک ہے۔

یہ کہہ کر اس نے مچھلی دے دی اور روٹی لے لی۔

وہاں سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص کے پاس تھوڑا سا نمک رکھا ہے —

تو اس نے اس سے پوچھا کہ،

"تم ایسا کرسکتے ہو کہ: یہ نمک، جس کی بظاہر تمہیں کوئی ضرورت نہیں، مجھے دے دو اور مجھ سے روٹی لے لو۔"

اس نے کہا: ہاں۔

چنانچہ اس نے روٹی دے کر اس سے نمک لے لیا

یہ شخص نمک اور مچھلی لیکر گھر کی طرف روانہ ہوا، (وہ سوچ رہا تھا کہ مچھلی بھی مل گئی ہے نمک بھی — مچھلی پکا کر نمک چھڑک کر بال بچوں کو کھلاؤں گا، اور اس طرح سے آج کا کام چل جائے گا۔)

چنانچہ اس نے مچھلی کے ٹکڑے کرنے کے لئے اس کا پیٹ چاک کیا — تو اس نے دیکھا کہ مچھلی کے پیٹ میں دو نہایت عمدہ اور بیش قیمت موتی نکلے ہوئے ہیں۔

یہ دیکھ کر اس نے حمد و شکرِ پروردگار ادا کرنا شروع کیا۔

ابھی وہ خوشی منا رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

یہ شخص باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ دونوں آدمی ہیں جن سے اس نے روٹی کے عوض مچھلی اور نمک کا سودا کیا تھا، دروازے پر کھڑے ہیں، اور اس سے کہہ رہے ہیں:

"اے بندۂ خدا — ہم نے اور ہمارے گھر والوں نے اس روٹی کو کھانے کی بہت کوشش کی، لیکن کسی کے دانت سے یہ ٹوٹی ہی نہیں۔

ہم تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں کرتے، بلکہ ہم نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ تم سخت بدحالی و تنگدستی کا شکار ہو —

اس لئے ہم یہ روٹیاں بھی تمہیں واپس کرتے ہیں اور مچھلی و نمک جو تم نے اسکے عوض ہم سے لیا تھا، اُسے ہدیہ کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں چلے گئے۔ اور یہ شخص اطمینان سے گھر کے اندر آگیا۔

تھوڑی دیر میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا؛ تو اس نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا بھیجا ہوا شخص آیا ہے۔

اس نے اُسے گھر کے اندر بلالیا

اس فرستادۂ امام نے کہا کہ: "امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ، خداوند عالم نے

تمہاری پریشانی دُور ہونے کے اسباب فراہم کر دیئے، اب وہ موتیاں
دینے کے بعد کچھ نہیں کر سکتا اور کچھ بھی نہیں سکتا

۶

اُس شخص نے بعد میں وہ دونوں موتی فروخت کر دیئے جس سے اُسے
بہت دولت ملی اُس کے سارے قرضے بھی ادا ہو گئے اور گھر میں ہر طرف
خوشحالی آ گئی۔

بعض مخالفین، جو ان حالات سے بے خبر تھے اُس شخص کی خوشحالی دیکھ کر انکی
زبانیں خاموش نہ رہ سکیں، کہنے لگے:

عجیب بات ہے!

کہاں تو وہ (علی ابن الحسینؑ) اُس شخص کے فقر و فاقہ سے پریشان ہو رہے تھے اور اب
اُسے اس قدر مال و دولت سے نواز دیا ——؟

ایسا کیسے ہوا ——؟

جو شخص کسی کو اتنا ثروت مند بنا دے وہ کیسے (یہ کہہ سکتا ہے کہ) وہ اُس کی
محتاجی کو کیسے دُور کرے؟

جب یہ خبر امام علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ:
"قریش کے (مشرکین و کفار بھی) حضرت رسول خدا کے بارے میں
قریباً اسی طرح کی باتیں بناتے تھے ——
کبھی شبِ معراج کی باتوں پر اعتراض کرتے تھے کہ ——
وہ پیغمبر جنہوں نے، ہجرت کے موقع پر، مکہ سے مدینہ تک کا سفر
بارہ دنوں میں کیا، وہ کیسے ایک رات میں بیت المقدس (اور پھر وہاں سے
افلاک کی طرف گئے اور انبیائے کرام سے —— ملاقات بھی

کی اور واپس بھی آ گئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے
بحار الانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۲۰-۲۱)

۷

صاحب "خرائج و جرائح" کا بیان ہے کہ:

ایک روز حضرت امام زین العابدینؑ اپنے باغات کی طرف جا رہے تھے:
جس راستے سے آپ گذر رہے تھے وہاں ایک بدہیئت بھیڑیا جا کر
ہر آنے جانے والے کا راستہ روکتا تھا۔

لیکن جب امام علیہ السلام وہاں پہنچے تو بھیڑیا امام کے قریب
آیا، اور اپنی زبان میں کچھ کہا۔

جس کے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا،

"انصرف —— فانی افعل ان شاء اللہ۔

(واپس جاؤ —— اور جو کچھ تم نے کہا ہے) اگر خدا نے چاہا
تو میں اسے انجام دوں گا ——

یہ سن کر بھیڑیا وہاں سے چلا گیا۔

اُس جگہ موجود لوگوں میں سے کسی نے امام سے دریافت کیا کہ:
"یہ بھیڑیا واپس کیسے چلا گیا اور اُس نے آپ سے کیا درخواست
کی تھی۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ: اگر خدا نے چاہا تو
میں یہ کام انجام دوں گا ——؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: "اس نے مجھ سے دعا کی درخواست کی تھی۔

اور یہ وعدہ کیا تھا کہ... وہ میرے چاہنے والوں کو اذیت نہیں پہونچائے گا...

(ملاحظہ فرمایئے،
الخرائج والجرائح۔ صفحہ ۲۲۰)

ط

ملحوظ رہے کہ، مذکورہ بالا کتاب، برادرانِ اہلسنت کے علماء و محققین کے نزدیک نہایت معروف کتابوں میں سے شمار کی جاتی ہے۔

اور اس کتاب کے مولف کے بارے میں یہ مبالغہ آرائی نہیں کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے حضراتِ اہلبیتؑ کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں کسی جذباتی اور عقیدتی غلو سے کام لیا ہے۔

ط

اور اس کتاب کے مولف نے اس کے علاوہ بھی متعدد معجزات و کرامات کا تذکرہ امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات میں کیا ہے۔

جنھیں ہم نے اختصار کے پیش نظر، یہاں درج نہیں کیا ہے۔

اور اس کتاب کے علاوہ بھی عالم اسلام کی متعدد مشہور و معروف کتابوں میں امامؑ کے مختلف معجزات و کرامات کا ذکر موجود ہے

جن میں سے چند کتابیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

- O — "بصائر الدرجات"۔
- O — کتاب: "الاختصاص"۔
- O — "مناقب ابن شہر آشوب"۔
- O — "اکمال الدین"۔

- O — اصولِ کافی۔
- O — روضۃ الواعظین۔
- O — "العدد"۔
- O — "حلیۃ الاولیاء"۔
- O — کتاب النجوم۔
- O — "امان الاخطار"۔
- O — "رجال کشی"۔

مذکورہ بالا تمام کتابیں اسلامی دنیا کی جانی پہچانی کتابیں ہیں، اور ان میں امام علیہ السلام کے اکثر معجزات کا تذکرہ ہے۔

اور اگرچہ علامہ اربلی کی کتاب "کشف الغمہ" میں بھی بکثرت معجزات و کرامات کا تذکرہ موجود ہے، لیکن چونکہ اہلِ تحقیق کے نزدیک اس کی روایات پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جاتا۔ اس لئے ہم نے اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

ط

چونکہ زیرِ نظر کتاب میں اختصار ملحوظ ہے اس لئے ہم صرف ایک معجزے کے ذکر کی سعادت حاصل کر کے عنانِ قلم کو روکتے ہیں۔

اور یہ وہ معجزہ ہے جو امام چہارمؑ کی امامت کے اثبات کے لئے ایک واضح دلیل کی حیثیت رکھتا ہے،

ابو خالد کابلی کہتے ہیں کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور امام زین العابدینؑ کی قید شام سے رہائی اور مدینہ واپسی کے بعد جناب محمد بن الحنفیہ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔

(یہ حج کے زمانہ کی بات ہے) جب ہم سب لوگ یعنی جناب محمد بن حنفیہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور دوسرے حضرات بھی مکہ مکرمہ میں تھے۔

جناب محمد بن الحنفیہ نے مجھ سے کہا کہ:

(تم میرے بھتیجے) علی بن الحسینؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ:

"امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے فرزندوں میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے بعد اب میں ہی ان کا سب سے بڑا بیٹا ہوں اور اس امر (امامت) کا میں ہی سب سے زیادہ حقدار ہوں، لہٰذا وہ اس بات کو تسلیم کرلیں اور اگر چاہیں تو کسی اور کو حکم (منصف) قرار دیں تاکہ ہم لوگ اسی سے اس بات کا فیصلہ کرالیں۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ:

میں امام زین العابدینؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جناب محمد بن حنفیہؒ کا پیغام آپؑ کی خدمت میں پیش کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اُن کے پاس واپس جاؤ اور کہو:

يَا عَمِّ — اِتَّقِ اللّٰهَ، وَلَا تَدَّعِ مَا لَمْ يَجْعَلْهُ اللّٰهُ لَكَ۔ فَإِنْ أَبَيْتَ فَبَيْنِي وَبَيْنَكَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ، فَمَنْ أَجَابَهُ الْحَجَرُ فَهُوَ الْإِمَامُ۔

(اے چچا — خدا سے ڈریئے اور جو چیز خداوند عالم نے آپ کے لئے نہیں قرار دی ہے اس کا دعویٰ نہ کیجئے۔

اور اگر آپ انکار کرتے ہیں — تو میرے اور آپ کے درمیان

حجر اسود (کے ذریعہ سے فیصلہ) ہوگا۔

جس شخص کی بات کا حجر اسود جواب دے دے، وہ امام ہوگا)

راوی کا بیان ہے کہ:

میں نے امام علیہ السلام کا جواب، محمد بن الحنفیہ تک پہونچا دیا۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے (حجر اسود ہی کے ذریعہ سے فیصلہ ہو جائے)

ابو خالد کا بیان ہے کہ:

(جب مقررہ وقت آیا) تو دونوں حضرات حرم مقدس میں حاضر ہوئے میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔

وہ دونوں حضرات قدم اٹھاتے ہوئے حجر اسود تک پہونچے وہاں پہنچ کر امام زین العابدین علیہ السلام نے محمد بن الحنفیہ سے فرمایا:

" اے چچا — آپ بزرگ ہیں آگے بڑھیے اور حجر اسود سے گواہی طلب کیجئے۔

چنانچہ محمد بن الحنفیہ آگے بڑھے، دو رکعت نماز پڑھی اور حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا "اگر میں امام وقت ہوں تو گواہی دے۔

لیکن حجر اسود کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آگے بڑھے، اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا:

ایها الحجر الذی جعله الله شاهدا لمن یوافی بیته الحرام من وفود عباده، ان کنت تعلم انی صاحب الامر، وانی الامام المفترض الطاعة علی جمیع عباد الله فاشهد لیعلم عمی انه لا حق له فی الامامة

(اے حجرِ اسود جسے خداوندِ عالم نے بندوں کے اُن وفود پر گواہ بنایا ہے جو اُس کے حرمِ محترم پر حاضری دیتے ہیں:

اگر تو جانتا ہے کہ میں صاحبِ امر ہوں، اور میں ہی (علیہ) وہ امام ہوں جس کی اطاعت تمام بندگانِ خدا پر فرض ہے ——— ؟

تو گواہی دے —— تاکہ میرے چچا کو معلوم ہو جائے کہ وہ امامت کے حقدار نہیں ہیں)

(جیسے ہی امام نے حجرِ اسود کو مخاطب کیا)

فصیح اور واضح عربی زبان میں حجرِ اسود کی طرف سے آواز آئی

"اے محمد (حنفیہ) —— حضرت علی ابن الحسین کی امامت کو تسلیم کر لیجئے، کیونکہ (خداوندِ عالم کی طرف سے وہی امام برحق ہیں) ان کی اطاعت آپ پر بھی واجب ہے، اور دیگر بندگانِ خدا پر بھی۔

(یہ منصبِ امامت) نہ آپ کا حق ہے اور نہ کسی اور کا۔

چنانچہ جناب محمد بن الحنفیہ نے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آدابِ تعظیم بجا لانے کے بعد سرِ تسلیم خم کر دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

جب امام زین العابدین علیہ السلام نے حجرِ اسود کو مخاطب کر کے امامت کے بارے میں گواہی دینے کے لئے فرمایا تو حجرِ اسود سے آواز آئی:

یا محمد بن علی —— ان علی بن الحسین حجۃ اللہ علیک وعلی جمیع من فی الارض ومن فی السماء مفترض الطاعۃ فاسمع لہ واطع۔

(اے محمد (حنفیہ) —— اس میں کوئی شک نہیں کہ علی ابن الحسین زین العابدین حجتِ خدا، آپ کے لئے بھی اور زمین و آسمان میں موجود تمام مخلوقات کے لئے بھی، جو زندگی گزار رہی ہیں سب کے لئے

ان کی اطاعت فرض ہے لہٰذا آپ ان کی بات سنیں اور اطاعت کریں)

یہ سن کر جناب محمد بن حنفیہ نے امام چہارم حضرت زین العابدین کو مخاطب کر کے کہا:

"اے وہ ذات، جو زمین و آسمان میں حجتِ خدا ہے، میں آپ کی بات سنوں گا، اور اطاعت کروں گا۔

(الخرائج والجرائح، صفحہ [illegible])

[illegible] کے شارح حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس قدر کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

وقیل:

ان ابن الحنفیۃ انما فعل ذلک ازاحۃ لشکوک الناس فی ذلک۔

کہا گیا ہے کہ:

جناب محمد حنفیہ نے یہ بات اس لئے کی تھی کہ مسئلہ امامت میں لوگوں کے ذہنوں میں جو شکوک و شبہات ہیں اُن کا ازالہ ہو جائے۔

گویا جناب محمد حنفیہ خود کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں تھے۔

انہیں یقین تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد حجتِ خدا اور امام برحق اُن کے فرزند علی بن الحسین (زین العابدینؑ) ہی ہیں۔

لیکن آپ نے یہ چاہا کہ جب (حج بیت اللہ کے موقع پر) حجاجِ کرام خانہ کعبہ میں جمع ہوں، تو حجرِ اسود سے متعلق اس واقعہ کی بنا پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اعجازی شان سے بھی باخبر ہو جائیں اور کسی کے ذہن میں اگر شکوک و شبہات ہوں تو اُن کا ازالہ بھی ہو جائے اور سب کو پتہ چل جائے کہ: امام وقت: امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کا صاحب جلاء الشیعہ نے اپنی گراں قدر تالیف میں کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ:

جناب محمد حنفیہؓ نے یہ طرزِ عمل ضعیف الاعتقاد لوگوں کے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے اختیار کیا تھا — اور جناب محمد بن حنفیہ چاہتے تھے کہ جو لوگ اُن کی امامت کے قائل ہیں اُن پر حقیقتِ حال واضح ہو جائے اور امام زین العابدین علیہ السلام کی عظمت و جلالت سے وہ لوگ باخبر ہو جائیں۔

وہ امامت کے مسئلہ میں اپنے بھتیجے سے الجھا نہیں چاہ رہے تھے اور نہ ایسا تھا کہ انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت علی علیہ السلام اور اپنے بھائیوں (حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ) سے اس کے بارے میں کچھ سنا ہی نہ ہو یا اُن کا فرمان فراموش کر دیا ہو۔

جناب محمد بن حنفیہؓ ایک باعظمت شخصیت ہیں اس لئے ان کے بارے میں اس قسم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ:

خاندانِ بنی حنیفہ میں تمہاری شادی ہوگی، جس کے ذریعہ سے تمہیں ایک فرزند ملے گا۔ اُس کا نام میرے نام کی طرح محمد رکھنا اور اُس کی کنیت میری اپنی کنیت کے مطابق (ابو القاسم) قرار دی ہے۔

اور ان کے بعد: قائم آلِ محمدؐ (امام مہدیؑ) کے علاوہ کسی اور کو یہ حق نہیں ہے کہ میرا نام اور کنیت دونوں ایک ساتھ اختیار کرے۔[۱]

چنانچہ اسی فرمانِ پیغمبرؐ کے مطابق حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اس فرزند کا نام "محمد" رکھا۔۔۔

یہ علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں بے مثل و نظیر تھے — لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کی معرفت نہ رکھتے ہوں یا کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں جس کا استحقاق نہ ہو۔

۱۔ مقصد یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہو اُسے اپنی کنیت ابو القاسم نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور ہر شخص اپنی کنیت ابو القاسم رکھ سکتا ہے اُسے محمد نام نہیں رکھنا چاہیئے۔

هذا الذي احمد المختار والده   صلى عليه الهي ما جرى القلم
لو يعلم الركن من قد جاء يلثمه   لخر يلثم منه ما وطي القدم
هذا علي رسول الله والده   امست بنور هداه تهتدي الامم
هذا الذي عمه الطيار جعفر   والمقتول حمزة ليث حبه قسم
هذا ابن سيدة النسوان فاطمة   وابن الوصي الذي في سيفه نقم
اذا راته قريش قال قائلها   الى مكارم هذا ينتهي الكرم
يكاد يمسكه عرفان راحته   ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم
وليس قولك من هذا بضائره   العرب تعرف من انكرت والعجم
ينمى الى ذروة العز التي قصرت   عن نيلها عرب الاسلام والعجم
يغضي حياء ويغضى من مهابته   فما يكلم الا حين يبتسم
ينجاب نور الدجى عن نور غرته   كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم
بكفه خيزران ريحه عبق   من كف اروع في عرنينه شمم
ما قال لا قط الا في تشهده   لولا التشهد كانت لاءه نعم
مشتقة من رسول الله نبعته   طابت عناصره والخيم والشيم
حمال اثقال اقوام اذا فدحوا   حلو الشمائل تحلو عنده نعم
ان قال قال بما يهوى جميعهم   وان تكلم يوما زانه الكلم

هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله
بجده انبياء الله قد ختموا

الله فضله قدما وشرفه   جرى بذاك له في لوحه القلم
من جده دان فضل الانبياء له   وفضل امته دانت لها الامم
عم البرية بالاحسان وانقشعت   عنها الغياهب والاملاق والظلم

كلتا يديه غياث عم نفعهما   يستوكفان ولا يعروهما عدم
سهل الخليقة لا تخشى بوادره   يزينه خصلتان الحلم والكرم
لا يخلف الوعد ميمونا نقيبته   رحب الفناء اريب حين يعتزم
من معشر حبهم دين وبغضهم   كفر وقربهم منجى ومعتصم
يستدفع السوء والبلوى بحبهم   ويستزاد به الاحسان والنعم
مقدم بعد ذكر الله ذكرهم   في كل فرض ومختوم به الكلم
ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم   او قيل من خير اهل الارض قيل هم
لا يستطيع جواد بعد غايتهم   ولا يدانيهم قوم وان كرموا
هم الغيوث اذا ما ازمة ازمت   والاسد اسد الشرى والباس محتدم
يابى لهم ان يحل الذم ساحتهم   خيم كريم وايد بالندى هضم
لا يقبض العسر بسطا من اكفهم   سيان ذلك ان اثروا وان عدموا
اي القبائل ليست في رقابهم   لاولية هذا اوله نعم
من يعرف الله يعرف اولية ذا   فالدين من بيت هذا ناله الامم
بيوتهم في قريش يستضاء بها   في النائبات وعند الحكم ان حكموا
فجده من قريش في ارومتها   محمد وعلي بعده علم
بدر له شاهد والشعب من احد   والخندقان ويوم الفتح قد علموا
وخيبر وحنين يشهدان له   وفي قريضة يوم صيلم قتم

مواطن قد علت في كل نائبة
على الصحابة لم اكتم كما كتموا

یہ وہ ہیں جن کے قدموں کی سطوت کو بطحا کی سرزمین پہچانتی ہے۔
خدا کا گھر بھی پہچانتا ہے اور حرم کے باہر کی دنیا بھی اور حرم کے اندر کی

صفات میں اتنے شیریں کہ تمام اُمتوں میں اُن کی شیرینی محسوس ہوتی ہے۔
جب گفتگو کرتے ہیں تو گویا سب کی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔
اور ان کا کلام ہر قسم کے کلام کو زینت بخشتا ہے۔
اے شخص! اگر تو نہیں جانتا تو سن لے کہ یہ حضرت فاطمہ زہراء کے نورِ نظر ہیں۔
اور ان ہی کے جد (حضرت محمد مصطفٰےؐ ہیں) جن پر نبوت کا خاتمہ ہوا۔
خداوند عالم نے ابتدا سے ہی ان کے لئے فضل و شرف رکھا ہے۔
اور لوحِ محفوظ پر اس کے لئے قلم قدرت چل چکا ہے۔
ان کے جد (حضرت رسول خدا) وہ ہیں جن کے بعد ہی دیگر انبیاء کا مرتبہ ہے۔
اور اُن کی امت، فضیلت میں دوسرے انبیا کی اُمتوں سے بڑھ کر ہے۔
اُن کے احسانات پوری کائنات کیلئے ہمہ گیر ہیں —— (اور ان ہی کے لطف و کرم سے) دنیا سے اندھیرے، محتاجی اور ظلم و تاریکی کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔
ان کی دو ہتھیلیاں ابرِ کرم ہیں جن کی منفعت عمومی ہے۔
ان کی داد و دہش سب کے لئے یکساں ہے جس کو کبھی فقدان لاحق نہیں ہوتا۔
جبلت کے لحاظ سے بہت نرم ہیں اور ان کی کسی بیہودگی کا اندیشہ نہیں ہے۔
حلم اور کرم ایسی دو خصلتیں ہیں جن سے یہ ہمیشہ مزین رہتے ہیں۔
یہ لوگ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے یہ بابرکت لوگ ہیں۔

ان کے جود و کرم کا دامن وسیع ہے، دانش و لطف و کرم ان سے وابستہ ہے۔
یہ وہ لوگ جن کی محبت دین کا (جزو) ہے، اور جن سے عداوت کفر ہے۔
ان کی قربت نجات دینے والی بھی ہے اور (عذاب سے) بچانے والے بھی!
ان کی محبت کے ذریعہ سے پریشانیوں اور آزمائشوں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔
اور نعمتوں اور حسنات میں ان کے ذریعہ سے اضافہ طلب کیا جا سکتا ہے۔
اللہ کے ذکر کے بعد ان ہی کا ذکر ہر فریضے میں، سب سے مقدم ہے، اور ہر شائستہ کلام کی انتہا ان ہی کی طرف ہے۔
اگر پرہیزگاروں کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں۔
اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے (سخاوت اور صداقت کی طرف) آواز آئے گی کہ: یہی لوگ ہیں!۔
کوئی بھی صاحب جود و سخا انسان، ان کی حدود تک نہیں پہنچ سکتا۔
اور چاہے کوئی قوم کتنی ہی کریم (النفس) کیوں نہ ہو ان کے قریب نہیں پہنچ سکتی!
جب بھی کوئی معرکہ پیش آئے، یہ لوگ شیروں کی طرح نظر آئیں گے شیروں کے شیر یہی تو ہیں، جن کی ہیبت اور عظمت مسلم ہے۔
کسی قسم کی مذمت ان کے نقوش قدم میں قدم نہیں رکھ سکتی ہے۔
یہ شائستہ اور محترم لوگ ہیں، ان کے ہاتھ سخاوت میں جھک رہتے

یہ قصیدہ سن کر ہشام کو بہت غصہ آیا۔
اس نے جنابِ فرزدق سے کہا
ہمارے لئے تم نے ایسا قصیدہ کیوں نہ کہا
جنابِ فرزدق نے کہا:

"ان کے جد جیسے تمہارے جد ہوتے، ان کے والد جیسے تمہارے باپ، ان کی مادر جیسی تمہاری ماں ہوتی تو تم لوگوں کے بارے میں قصیدہ کہتا۔

یہ سن کر ہشام نے جنابِ فرزدق کو مکہ و مدینہ کے درمیان "عسفان" نامی جگہ پر قید کر دیا۔

امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کو جب فرزدق کے گرفتار ہونے کی خبر ملی تو آپ نے "۱۲" ہزار درہم اُن کے پاس بھیجے اور قاصد کے ذریعہ سے یہ بھی کہلوایا کہ:

"اے ابو فراس ــــ (اس حقیر رقم کی) معذرت ــــ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو اس پریشانی کے موقع پر تمہارے لئے ضرور بھیجتا۔"

لیکن فرزدق نے وہ رقم واپس کر دی اور کہا کہ
میں نے ان سے جو کچھ کہا، وہ خدا اور رسولؐ کے غضب سے بچنے کے لئے کہا تھا، اور میں اس کے لئے کوئی چیز ...... قبول نہیں کروں گا۔

امام علیہ السلام نے دوبارہ وہ رقم فرزدق کے پاس واپس بھیجی اور قاصد کے ذریعہ سے کہلوایا کہ:

"تمہیں میرے حق کی قسم ہے، اسے ضرور قبول کرو۔ بیشک خداوند عالم تمہارے مرتبے سے بھی واقف ہے اور تمہاری نیت بھی جانتا ہے۔

جس کے بعد فرزدق نے اس ہدیہ کو قبول کر لیا۔

حوالے کیلئے ملاحظہ فرمایئے:

حلیۃ الاولیاء: ابو نعیم جلد ۳ صفحہ ۱۳۹

الاغانی: ابو الفرج اصفہانی جلد ۲۱ صفحہ [illegible]

مناقب: جلد ۲ [illegible] ۳۰۶ – بحار

بحار الانوار: جلد ۴۶ صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۷

آپ کی سیرت کے نقوش

قرآن مجید میں خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ — تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔

(خداوند عالم نے پاکیزہ بات کی مثال پیش کی ہے جیسے ایک پاکیزہ درخت جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط اور اس کی شاخ آسمان میں (بلند) ہے۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر آن پھل دیتا ہے اور خداوند عالم لوگوں کے لئے مثالیں پیش کرتا ہے تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں)

(ملاحظہ فرمایئے سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۱۴ / ۲۴، ۲۵)

شیخ طبرسی علیہ الرحمہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای: شجرة زکیة نامیة راسخة اصولها فی الارض عالیة اغصانها وثمارها فی السماء واراد به المبالغة فی الرفعة۔

والاصل سافل والفرع عال

الا انه یتوصل من الاصل الی الفرع

(یعنی ایک پاکیزہ درخت، جو نمو پانے والا ہو، جس کی جڑیں زمین میں راسخ ہوں اور جس کی ٹہنیاں اور (ان میں لگنے والے) پھل بلندیوں پر نظر آئیں۔

یہ درحقیقت اُس درخت کی رفعت (اور عظمتِ شان) کا تذکرہ ہے (اور آسمان کا ذکر) مبالغہ کے طور پر کیا گیا ہے۔

اور اگرچہ ظاہری طور پر یہ نظر آتا ہے کہ جڑ نیچے (زمین میں) ہے اور شاخ بلندی کی طرف ہے۔

لیکن (یہ بھی حقیقت ہے کہ) جڑ سے ہی شاخ کی طرف (توانائیاں) پہونچتی ہیں۔

(تفسیر مجمع البیان جلد [illegible] صفحہ [illegible])

اور جناب عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ:

"اِنَّهَا شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ"

(یہ درخت، جنت میں ہے)

لیکن ابنِ عقدہ کی روایت ہے کہ آیت میں لفظ "شجرہ" صرف تمثیل کے طور پر ہے، چنانچہ:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ الشَّجَرَةَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَفَرْعُهَا: عَلِيٌّ، وَغُصْنُ الشَّجَرَةِ: فَاطِمَةُ، وَثَمَرَتُهَا، أَوْلَادُهَا۔

(درخت (سے مراد) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
اس کی شاخ (امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام)
ٹہنی ــــ (شہزادیٔ کونین، جناب) فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
اور آپ کی اولاد، اس کے پھل ہیں)

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ صفحہ ۳۰۰)

جناب ابن عباس ہی کی ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ:

قال جبرئیل للنبی ص:

أَنْتَ الشَّجَرَةُ، وَعَلِيٌّ غُصْنُهَا، وَفَاطِمَةُ وَرَقُهَا، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ثِمَارُهَا۔

(جناب جبرئیل امین نے (اس آیت کے بارے میں) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ
"آپ ہی (درحقیقت) وہ شجرہ ہیں۔
(حضرت) علیؑ اس کی شاخ ہیں۔
(جناب) فاطمہ اس درخت کا پتہ ہیں۔
اور حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام اس کے پھل ہیں)
(ملاحظہ فرمایئے: علامہ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان [illegible])

امام چہارم، سید الساجدین، علی ابن الحسینؑ، حضرت زین العابدین علیہ السلام اسی شجرۂ طیبہ کی ایک عظیم المرتبت شخصیت ہیں جو کثرتِ سجود کی بناء پر سجاد کے لقب سے یاد کئے گئے اور جن کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ:

"آپ ہر چھوٹی بڑی نعمت کے ملنے پر، اور ہر قسم کی مصیبت کے دفع ہونے یا مومنین کے درمیان اصلاح ہو جانے پر سجدۂ شکر ادا کیا کرتے تھے۔
اور اس طرح "سید سجادؑ" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔
جن کی حالت یہ تھی کہ کربلا کی قیامت خیز رات (جسے "شام غریباں" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) آپ سجدۂ الٰہی میں مصروف نظر آتے،
اور جس طرح باپ نے زیر خنجر سجدہ کیا ـــــ اسی طرح سے آپ نے خاکستر گرم کربلا پر سجدہ کیا۔"

امام علیہ السلام کی حیات طیبہ کے بارے میں مختلف مکاتب فکر کے علماء اور مورخین کی کتابوں میں جو روایات ملتی ہیں اُن سے آپ کا ایک منفرد انداز نظر آتا ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ:

"آپ بیمار ہوئے اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام نے مزاج پرسی کرتے ہوئے فرمایا کہ:
"نور نظر ـــــ کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔"
تو فرمایا کہ: "خواہش صرف یہ ہے کہ میں قضاء و قدر الٰہی پر راضی رہوں۔ اس کے علاوہ کوئی اور خواہش نہیں ہے کیونکہ جو "وہ" چاہتا ہے وہی بہتر ہے اس سے بہتر میں کیا طے کر سکتا ہوں۔"

ان مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات بہ سہولت واضح ہو جاتی ہے کہ پوری کائنات میں جو خاندان نگاہِ قدرت میں سب سے بلند و بالا ہے وہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام ہی کی ذواتِ مقدسہ اور اُن سے وابستہ افراد ہیں۔

اور کسی شخص، یا کسی ذات کو درخت سے تشبیہ دینا، قطعی طور سے کوئی انہونی بات نہیں ہے کیونکہ بنی نوعِ انسان کے درمیان یہ جانی پہچانی بات ہے کہ:

معزز خاندانوں میں سلسلۂ نسب کی حیثیت اور اولاد کی اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جو کڑیاں ترتیب کی جاتی ہیں اور کسی شخص کا سلسلۂ نسب کن بزرگوں سے ملتا ہے۔

اس کے اثبات کے لئے جو چیز رائج ہے: اُسے

"شجرہ" — یا شجرۂ نسب

ہی کہا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں اگر جبرئیلِ امین نے حضور سرورِ کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو لفظ "شجرہ" سے یاد کیا ہو، تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں قرار دی جا سکتی۔

البتہ اس روایت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ خاندانِ رسالت کے افراد نہایت پاک و پاکیزہ اور بلند مرتبہ اشخاص ہیں، جنہیں مالکِ دو جہان نے

"شجرۂ طیبہ"

قرار دیا ہے — اہلِ ایمان پر یہ احسان فرمایا کہ انھیں اس شجرۂ طیبہ کے دامن سے وابستگی کی سعادت عطا فرمائی ہے۔

یہ سُن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ
"تمہارا جواب، خلیلِ خدا حضرت ابراہیمؑ سے ملتا جلتا ہے کہ جب وہ اُن کو آتشِ نمرود میں منجنیق کے ذریعہ سے پھینکا جا رہا تھا، اور فرشتوں کی طرف سے انہیں امداد کی پیشکش کی گئی، تو اُن کی مدد قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ:
"جس کا محتاج ہوں وہ میرے حالات کو خوب جانتا ہے اور میرا فرض ہے کہ اس فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دوں۔"

مذکورہ بالا روایت، ہمارے علماء و محققین کے علاوہ برادرانِ اہلسنت کے معتبر مؤرخین نے بھی اپنے سلسلۂ اسناد کے ساتھ قلمبند کی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امامِ وقت کس قدر مشیتِ پروردگار کا آرزومند ہوتا ہے۔

ہم اس موقع پر خصال صدوق کے حوالے سے حمزہ بن عمران کی وہ روایت بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جس میں امام چہارم حضرت زین العابدینؑ کی حیاتِ طیبہ کے نقوش کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔
وہ نقل کرتے ہیں کہ:
(امام چہارم حضرت زین العابدین) علی ابن الحسینؑ روزانہ دن و رات کے دوران، ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کا معمول تھا۔
آپؑ کے (باغ میں کھجور کے پانچ سو درخت تھے، اور ان میں سے ہر درخت کے نیچے، آپ دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔
جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (انتہائی خضوع و خشوع، اور جلالِ پروردگار کے تصور سے) آپؑ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

حالتِ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے جیسے کمالِ عاجزی و انکساری کے ساتھ کوئی بندہ، جلیل القدر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو۔
خوف و خشیت سے آپ کے اعضاء پر کپکپی طاری رہتی تھی۔
نماز اس طرح ادا فرماتے تھے جیسے یہ آخری نماز ہو (اس لئے انتہائی اشتیاق اور انہماک کے ساتھ پڑھتے تھے)۔
کسی نے آپ سے سوال کیا تو فرمایا:
"تمہیں معلوم ہے، میں کس کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہوں ——؟"

❀

تاریک راتوں میں اپنی پشتِ مبارک پر بورے لے کر جاتے تھے، جن میں درہم و دینار کی تھیلیاں ہوتی تھیں —— اور بعض اوقات کھانے کا سامان اور لکڑیاں لے کر جاتے تھے، ایک دروازے پر جاتے دروازہ کھٹکھٹاتے اور جب کوئی نکلتا تو وہ سامان اس کے سپرد کر کے (آگے) چلے جاتے تھے۔
جب کسی حاجت مند تک کوئی چیز پہونچاتے تو اپنا چہرہ چھپا لیتے تھے، تاکہ وہ فقیر آپ کو پہچان نہ لے۔
جب آپ کا انتقال ہوا تو ان محتاجوں کو پتہ چلا کہ وہ (جو رات کی تاریکی میں ان لوگوں تک سامان پہونچاتے تھے) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔
ایک رات بیت الشرف سے نکلے تو خز کی ایک شال اوڑھے ہوئے تھے، راستے میں ایک سائل ملا جس نے سوال کیا تو آپ نے وہ شال اس کے سپرد کر دی اور آگے بڑھ گئے۔
آپ نے عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ (اپنے جیسے انسانوں کے آگے دستِ سوال پھیلائے ہوئے تھے) تو فرمایا:

"افسوس —— تم لوگ آج جیسے (باعظمت دن) خداوندِ عالم کی بارگاہ میں التجا کرنے کے بجائے (لوگوں سے مانگ رہے ہو!) —— جبکہ آج کے دن تو یہ امید رکھنی چاہیئے کہ اگر حاملہ عورتوں کے بارے میں دعا مانگی جائے تو، ان کے شکم میں جو بچہ ہے وہ خوش بخت ہو جائے۔"

❀

آپ کی عادت تھی کہ اپنی مادرِ گرامی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر ایک جگہ کھانا نہیں کھاتے تھے ——[1]
کسی نے اس کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو فرمایا:
اس اندیشے سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دسترخوان کی کوئی چیز اٹھانا چاہیں، اور میرا ہاتھ اس چیز پر ان سے پہلے چلا جائے!

❀

آپ نے ایک اونٹنی پر بیس حج کئے تھے، مگر اس طویل عرصے میں ایک بار بھی اُسے چابک نہیں مارا۔ اور جب وہ اونٹنی دنیا سے رخصت ہوئی تو امام نے اسے دفن کرا دیا تاکہ درندے آکے کھا نہ جائیں۔

❀

آپ کی ایک خادمہ سے آپ کے معمولات کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو وہ کہنے لگی کہ:
"تفصیل سے بیان کروں، یا مختصر ——؟"
راوی نے کہا: "مختصر بیان کرو"

[1] یہ قول اس مشہور روایت کے منافی نظر آتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کے چند روز بعد ہی آپ کی مادرِ گرامی کا انتقال ہو گیا تھا۔

تو اُس نے کہا کہ: مختصر بات یہ ہے کہ میں نے کبھی دن کے وقت اُن کی خدمت میں کھانا پیش نہیں کیا، اور رات کے وقت کبھی ان کے لئے بستر نہیں بچھایا۔

۱۵

ایک روز، کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے آپ کا گزر ہوا، جو آپ کے خلاف باتیں کر رہے تھے (جنھیں آپ نے سن لیا)
آپ لوگوں کے پاس ٹھہر گئے، اور فرمایا:
"جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو خداوند عالم مجھے معاف کرے، اور اگر تم نے جھوٹ کہا ہے تو خداوند عالم تمہاری مغفرت کرے۔

۱۶

اگر کوئی طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو فرماتے:
مرحبا بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اُن لوگوں کو خوش آمدید (جن کے بارے میں) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت (فرمائی ہے)
پھر فرماتے:
جب طالب علم اپنے گھر سے نکلتا ہے تو روئے زمین پر خشکی و تری میں، جہاں بھی قدم رکھے، ساتوں زمینیں اُس کی توصیف کرتی ہیں

۱۷

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ کے حاجت مند لوگوں کی بڑی تعداد کی کفالت فرماتے تھے
اور آپ کو یہ بات بہت اچھی لگتی تھی۔

یتیموں، تنگدستوں، معذوروں اور اُن مسکینوں تک جو وسائلِ زندگی سے محروم ہیں، کھانا پہونچاتے تھے۔
اُس وقت تک کھانا نوش نہیں فرماتے جب تک اُسی کے مانند خدا کی راہ میں پیش نہ کر دیں۔
جب بھی آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا، آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسینؑ کو یاد کرتے، اور ان پر گریہ فرماتے۔
ایک روز آپ کے ایک خدمت گار نے عرض کیا:
"اے فرزندِ رسولؐ! — کب تک روتے رہیے گا؟"
فرمایا: افسوس (تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ):
حضرت یعقوب (جو خدا کے) نبی تھے، اُن کے بارہ بیٹے تھے، صرف ایک بیٹا حکم خدا سے نگاہوں سے دور ہو گیا تھا، تو روتے روتے ان کی آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی، سر کے بال رنج و غم سے سفید ہو گئے — اور شدتِ غم کی وجہ سے کمر جھک گئی۔
حالانکہ اُن کا وہ بیٹا زندہ تھا اور دنیا کے اندر موجود تھا — جبکہ میں نے اپنے والد ماجد، بھائی، چچا اور (خاندان کے افراد) کے لاشے اپنے اردگرد (پھیلے ہوئے) دیکھے ہیں۔
میرا غم کیسے ختم ہو سکتا ہے۔؟

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے: خصال شیخ صدوق، جلد ۲، صفحہ ۵۱۸

سفیان بن عیینہ کی روایت ہے:
زہری سے کسی نے دریافت کیا کہ: دنیا میں سب سے بڑا زاہد شخص کون ہے؟

بحوالہ: حضرت علی ابن الحسین (امام زین العابدین علیہ السلام)۔

پھر یہ واقعہ بیان کیا کہ:

جس زمانہ میں آپ بحرِ تحور میں تھے آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کی فلاں جائداد پر دوسروں نے قبضہ کر رکھا ہے، آپ چاہیں تو حاکم سے فرمادیں وہ بھی آج کل اسی شہر میں موجود ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

ویحك أفی حرم اللّٰہ اسأل غیر اللّٰہ عزوجل!

(افسوس ہے تیری اس بات پر ——— کیا تو نے یہی نہ سوچا، میں خدا کے گھر میں ہوں تو پھر اس کے علاوہ کسی اور سے کوئی فریاد کر سکتا ہوں!

ایسا شخص ———

کیا تو جانتا ہے [illegible] میں دنیا کی کسی چیز کے بارے میں درخواست نہیں کی تو ان کی مخلوق سے کب سوال کر سکتا ہوں

زہری کا بیان ہے کہ [illegible] حاکم تک یہ بات پہنچا دی

امام علیہ السلام سے اس فرمان [illegible] کا حاکم [illegible] حالانکہ اس نے خود اپنی طرف سے حکم جاری کر دیا

(حوالہ: [illegible] صفحہ ۱۰۷)

یہ روایت بھی سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ:

ایک دفعہ سردیوں کی رات میں، بارش ہو رہی تھی اور حضرت امام زین العابدینؑ اپنی پشت پر آٹے (کی بوری) رکھے ہوئے کہیں تشریف لے جا رہے تھے

زہری نے امام علیہ السلام کو دیکھا تو دریافت کیا:

"اے فرزند رسولؐ! (ایسے سخت موسم میں) کہاں کا قصد ہے؟

فرمایا: ——— سفر درپیش ہے، جس کے لئے زادِ راہ (پشت پر) اٹھائے ہوئے ہوں، اسے ایک محفوظ جگہ تک پہنچانا ہے۔

زہری نے کہا:۔ میرا غلام حاضر ہے، اس بوجھ کو اٹھالے گا، تاکہ آپ کو یہ زحمت نہ کرنی پڑے۔

امامؑ نے یہ بات قبول نہیں کی۔

زہری نے کہا:۔ میں خود اس خدمت کو انجام دیتا ہوں، تاکہ آپ کو یہ بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

جو چیز میرے لئے دورانِ سفر نصیب رستگاری ہے، اور جس کے ساتھ اس منزل پر وارد ہونا میرے لئے بہتر ہے، میں اس سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا۔

تمہیں خدا کے حق کی قسم، جہاں جا رہے ہو جاؤ، مجھے اس کام سے نہ روکو۔

یہ سن کر زہری وہیں چلے گئے۔

کچھ دنوں کے بعد زہری کی امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے عرض کیا:

"اے فرزند رسولؐ ——— آپ نے اس شب ذکر کیا تھا کہ آپ اپنا زادِ سفر لے جا رہے ہیں، مگر مجھے تو اس سفر کے آثار نظر نہیں آئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"زہری ــــ تم (اس دنیا کا سفر سمجھے تھے)؟ ایسا نہیں ہے میں نے تو موت اور اس کے بعد پیش آنے والے سفر آخرت کا ذکر کیا تھا) اور اسی کی تیاری میں تھا۔

(یاد رکھو):

انما الاستعداد للموت تجنب الحرام وبذل الندی فی الخیر۔

(موت کی تیاری یہ ہے کہ: گناہ سے دامن بچایا جائے، اور نیکی کی راہوں میں (خوب) خرچ کیا جائے۔

(علل الشرائع صفحہ --)

احمد بن عیسیٰ ... کی روایت ہے کہ:

... حضرت امام زین العابدین جب بھی سفر کرتے تھے، تو ایسے ہی لوگوں کے ساتھ، جو آپ کو پہچانتے نہ ہوں۔

اور ان لوگوں سے بھی (جن کے ساتھ سفر کرتے تھے) یہ وعدہ لے لیتے تھے کہ درمیان سفر ان لوگوں کو جو بھی ضرورت پیش آئے گی اس کے لئے آپ کو خدمت گار سمجھیں۔

چنانچہ ایک دفعہ، آپ اسی طرح ایک قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، ایک شخص نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا تو قافلے والوں سے کہنے لگا

"تمہیں معلوم ہے یہ صاحب کون ہیں۔؟

ان لوگوں نے کہا۔ نہیں، ہمیں تو معلوم نہیں۔

اُس شخص نے بتایا کہ:

"یہ امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

یہ سن کر سب اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھے اور امام علیہ السلام کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لینے لگے اور عرض کرنے لگے:

"اے فرزند رسول ــــ آپ نے کیوں ایسا کیا کہ اپنے آپ کو مخفی رکھا، اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ آپ کون ہیں)؟ ــــ اگر ہماری زبان سے کوئی ایسا فقرہ نکل جاتا جو آپ کی عظمت کے خلاف ہوتا تو ہم ہلاکت ابدی میں گرفتار ہو کر جہنم کا ایندھن بن جاتے؟ (آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا کہ آپ حجت خدا، امام وقت اور فرزند رسول ہیں) ــــ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

ایک دفعہ میں نے کچھ لوگوں کے ساتھ سفر کیا تھا، جو مجھے پہچانتے تھے، تو ان لوگوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (میری قرابت) کا خیال کرتے ہوئے اس قدر میرا خیال رکھا...

میں نہیں چاہتا تھا کہ تم لوگ بھی اسی طرح میری عزت کرنے لگو) اس لئے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا مجھے زیادہ پسند آیا۔

(ملاحظہ فرمائیے: عیون اخبار الرضا جلد ۲، صفحہ ۱۴۳)

...سعید بن کلثوم کی روایت ہے کہ:

"میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا

آپ نے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کا ذکر کیا اور آپ کی خوب مدح و ثناء فرمائی، پھر فرمایا:

خدا کی قسم (میرے جد امیر المومنینؑ) علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے
دنیا سے تشریف لے جانے تک حلال و طیب رزق کے علاوہ
کبھی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔

اور جب بھی آپ کے سامنے دو ایسے معاملات پیش آئے جن دونوں
میں پروردگار عالم کی خوشنودی ہوتی، تو آپ اُن میں سے اُس بات کو
اختیار کرتے جس میں دینی اعتبار سے زیادہ سختی ہوتی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی پریشانی میں
مبتلا ہوئے، تو حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ پر اعتماد کی بنا پر بس اُن ہی
کو (مدد کیلئے) بلایا۔

اور پوری امت میں آپ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں تھا جو حضرت رسول خدا
(کے اُن امور کو انجام دینے) کی طاقت رکھتا ہو۔

اپنے ذاتی مال سے ایک ہزار غلام، خوشنودی پروردگار کے ارادہ
سے... آزاد کئے۔ اور اس کام کے لئے آپ نے اپنے دست مبارک سے
بہت محنت کی اور آپ کی پیشانی عرق آلود ہوتی رہی، اور گھر والے
(بہت معمولی غذا پر اکتفا کرتے رہے)

آپ کا لباس بہت سادہ اور کھردرے کپڑے کا ہوتا تھا۔

آپ کی اولاد طاہرین اور اہلبیتؑ کرام میں (ان تمام صفات میں) آپ سے
سب سے زیادہ مشابہ آپ کے پوتے حضرت علیؑ بن الحسینؑ تھے۔

ایک بار آپؑ کے فرزند حضرت ابوجعفر (امام محمد باقر علیہ السلام)
آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ پدر بزرگوار انتہائی انہماک کے

ساتھ بہت کثرت سے عبادت کر رہے ہیں۔
بیٹے کی نگاہ باپ کے چہرہ پر پڑی تو دیکھا کہ۔
مسلسل بیداری سے چہرہ کی رنگت زرد ہو گئی ہے۔
آنکھیں شدت گریہ و بکا سے سوجی ہوئی ہیں۔
پیشانی پر گٹھے نشانات ہیں۔
کثرت سجود کے آثار نمایاں ہیں۔
اور عرصہ تک دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے پیروں اور پنڈلیوں پر ورم آگیا ہے

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:
"میں نے پدر بزرگوار کی یہ حالت دیکھی تو مجھے اپنے گریہ و بکا پر قابو
نہ رہا۔ اور میں رونے لگا۔
اس وقت میرے پدر بزرگوار فکر و تفکر میں مصروف تھے۔
میرے پہنچنے کے کچھ دیر بعد، میری طرف ملتفت ہوئے ــــ اور
مجھ سے فرمایا
"بیٹے! مجھے اُن صحیفوں میں سے کوئی صحیفہ دکھاؤ جن میں تمہارے جد
بزرگوار امیر المومنین (حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ) کی عبادت کا تذکرہ ہے"
میں نے پدر بزرگوار کی خدمت میں ایک صحیفہ پیش کیا۔
(جسے آپ نے تھوڑا سا پڑھ کر رکھ دیا ــــ اور فرمایا۔
"کس میں طاقت ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ جیسی
عبادت کر سکے!!" ــــ

(حوالہ کے لئے شعر ملاحظہ: ارشاد شیخ مفید ص ۲۵۵)

فتح الابواب کی روایت ہے،
حماد بن حبیب العطار بیان کرتے ہیں کہ:
"ہم لوگ ایک قافلہ کے ساتھ، حج بیت اللہ کے لئے گھر سے نکلے اور رات کے وقت منزلِ زبالہ سے گذرے جہاں ایک سیاہ آندھی نے ہمارا استقبال کیا۔
ہوا اتنی تیز تھی کہ قافلہ بکھر گیا، سب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے میں اُس صحرائے بیاباں میں تنہا رہ گیا۔
چلتے چلتے ایک سنسان وادی میں پہونچا تو رات بہت اندھیری ہوچکی تھی، چنانچہ میں نے ایک درخت کے پہلو میں پناہ لے لی۔
اسی جگہ تاریکی میں مجھے ایک جوان آتے ہوئے محسوس ہوئے جنہوں نے سفید بُراق لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا، جس سے مشک جیسی خوشبو ہر طرف پھیل رہی تھی۔
اُن کی آمد پہ میرے دل سے آواز آئی کہ:
یہ اللہ کے اولیاء میں سے کوئی ولی معلوم ہوتے ہیں ـــــ (جو تنہائی میں خداوندِ عالم کی عبادت کرنا چاہتے ہیں) ـــــ اگر میں نے کوئی جنبش کی، اور میرے جسم میں کوئی حرکت ہوئی، تو اندیشہ ہے کہ وہ یہاں ٹھہریں گے نہیں، اور جو (عبادت وغیرہ) وہ یہاں کرنا چاہتے ہیں اُس میں رکاوٹ بن جاؤں گا۔
چنانچہ مجھ سے جس قدر ممکن ہوسکا، میں نے خود کو چھپایا۔
"آنے والے نے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور نماز کی تیاری

شروع کی، تو میں نے سُنا کہ اُن کے لبوں پر یہ دعا تھی:
یا من احاز کل شی ملکوتا، وقہر کل شی جبروتا، اولج قلبی فرح الاقبال علیك، والحقنی بمیدان المطیعین لك۔
"اے وہ ذات، جس کے اقتدارِ اعلیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، اور اپنے جبروت کے سامنے سرنگوں کر رکھا ہے۔
میرے دل میں یہ جذبہ راسخ کردے کہ تیری بارگاہ میں حاضری میرے لئے باعثِ فرحت و انبساط ہو، اور اپنے اطاعت گذاروں کے لئے جو تو نے جولاں گاہ مقرر کی ہے، اُس میں مجھے پہونچادے)
اس کے بعد آپ نے نماز شروع کی۔
پھر جب میں نے غور کرکے دیکھا کہ آپ پورے سکون و اطمینان کے ساتھ نماز شروع کرچکے ہیں۔
تو میں اٹھ کر اُسی طرف گیا، جہاں "وہ" نماز شروع کرنے سے قبل (وضو وغیرہ) کے لئے تشریف لے گئے تھے۔
میں نے دیکھا کہ وہاں شفّاف پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔
میں نے اُس چشمہ سے وضو کیا، اور نماز کے لئے اُن ہی کے پیچھے کھڑا ہوگیا تو میں نے محسوس کیا کہ:
گویا ایک محراب ہے، جو اُسی وقت بنائی گئی ہے۔
"وہ" "نماز" میں مصروف تھے، اور میں غور کر رہا تھا کہ (:
جب (دورانِ تلاوت کوئی ایسی آیت آتی جس میں (خداوندِ عالم کی طرف سے) وعدہ و وعید کا تذکرہ ہوتا، تو آپ اُسے ایک خاص

انداز سے دہراتے تھے۔

اسی طرح انہوں نے پورے خضوع و خشوع اور کامل انہماک کے ساتھ تہجد کی نماز مکمل کی،

پھر جب رات کی تاریکی چھٹنے لگی (سفیدۂ سحر نمودار ہوا، اور صبح کا وقت قریب آیا) تو آپکے لبوں پر یہ دعا تھی۔

یامن قصدہ الطالبون فاصابوہ مرشدا، وامہ الخائفون فوجدوہ متفضلا، ولجأ الیہ العابدون فوجدوہ نوالا، متی راحۃ من نصب لغیرک بدنہ، ومتی فرح من قصد سواک بنیتہ۔

الٰہی قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتک وطرا ولا من حیاض مناجاتک صدرا۔

صل علی محمد وآلہ ــــ وافعل بی اولی الامرین بک یا ارحم الراحمین۔

اے وہ ذات: جس کی شان یہ ہے کہ طلب کرنے والوں نے اس کا ارادہ کیا تو اسے مرشد و رہنما پایا۔

خوف و خطر میں مبتلا لوگوں نے اس کا قصد کیا تو اسے فضل و کرم کرنے والا پایا۔

عبادت گذاروں نے اس کی بارگاہ میں پناہ لی، تو اُسے جود و عطا کرنے والا پایا۔

اس شخص کو کب آرام مل سکتا ہے جو تیرے سوا کسی اور کی خاطر اپنے جسم کو تھکاتے ــــ؟

اور اسے فرحت و انبساط کب نصیب ہوسکتی ہے جو اپنی نیت میں تیرے علاوہ کسی اور کا ارادہ کرے ــــ؟

پالنے والے (رات کی) تاریکی چھٹ رہی ہے، لیکن میں پوری طرح سے تیری خدمت نہ کرسکا۔

حضرت محمدؐ اور اُن کی آل پر درود نازل فرما۔

اور میرے ساتھ وہ سلوک فرما، جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو۔

اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان

"آپ" ــــ کی یہ دُعائیں سُن کر (میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا، اور) مجھے اندیشہ ہوا کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مستقل طور سے رات کی تاریکی میں خود کو چھپاتا رہوں۔ اور آپ کی زیارت سے بھی محروم ہوجاؤں، اور آپ (عبادت سے فارغ ہونے کے بعد) یہاں سے روانہ ہوجائیں۔

چنانچہ میں آگے بڑھ کر آپکے دامن سے لپٹ گیا، اور گذارش کی:

"آپ کو اُسی ذاتِ کردگار کا واسطہ (جس سے آپ مناجات کررہے تھے)... اور جس نے آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضری کا ایسا شوق و لگن عطا فرمایا ہے ــــ مجھے بھی اپنے بازوئے رحمت میں لے لیجئے...

کیونکہ میں بے راہ ہوگیا ہوں..

یہ سُن کر انہوں نے فرمایا کہ:

اگر تمہارا توکل سچا ہو تو بے راہ نہیں ہوسکتے! ــــ اچھا اب آؤ، میرے پیچھے پیچھے چلو۔

چنانچہ (میں نے آپ کا اتباع کیا)

جب آپ درخت کے کنارے پہونچے تو میرا ہاتھ تھام لیا ——
اُس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا میرے پیروں کے نیچے سے
زمین سرک رہی ہے۔
پھر جب صبح کی سفیدی (اچھی طرح) واضح ہو گئی تو مجھ سے فرمایا:
"مبارک ہو —— تم اس وقت مکہ میں ہو۔
جیسے ہی آپ نے یہ فقرہ فرمایا، میرے کانوں میں لوگوں کے اژدہام کا
ہمہمہ اور حاجیوں کی مخصوص آوازیں آنے لگیں۔
میں نے اُن سے گزارش کی:
"آپ کو اُسی ذاتِ کردگار کا واسطہ جس سے آپ روزِ قیامت ملاقات
کے، آرزو مند ہیں، مجھے بتایئے، آپ کون ہیں؟
یہ سُن کر فرمایا کہ:
اب جبکہ تم نے قسم دی ہے تو سُنو:
"میں حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کا (پوتا، امام حسینؑ
کا بیٹا) علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔

(ملاحظہ فرمایئے: مناقب ابن شہر آشوب سوم ۲۹۱)

◆

اصمعی کا بیان ہے کہ:
ایک رات، میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا: ایک
خوبصورت جوان ... نے غلافِ کعبہ کو ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا، اور لبوں
پر یہ دعا تھی:
نَامَتِ الْعُيُوْنُ، وَعَلَتِ النُّجُوْمُ، وَاَنْتَ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

غَلَّقَتِ الْمُلُوْكُ اَبْوَابَهَا، وَاَقَامَتْ عَلَيْهَا حُرَّاسَهَا وَبَابُكَ
مُفْتُوْحٌ لِلسَّائِلِيْنَ۔
جِئْتُكَ لِتَنْظُرَ اِلَيَّ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔
(آنکھیں سو چکی ہیں، ستارے بلند ہو چکے ہیں اور (اے
میرے پروردگار) تو ہی وہ صاحبِ سلطنت ہے جو حیّ و قیوم ہے۔
بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے ہیں اور اُن پر دربان
کھڑے کر رکھے ہیں، جبکہ تیرا دروازہ سوال کرنے والوں کے لئے کھلا
ہوا ہے۔
میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تاکہ تُو مجھے اپنی رحمت سے سرفراز
کرے۔

اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان)
اُس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے:

یا من یجیب دعا المضطر فی الظلم
یا کاشف الضر والبلوی مع السقم
قد نام وفدک حول البیت قاطبۃ
وانت وحدک یا قیوم لم تنم
ادعوک رب دعاء قد امرت بہ
فارحم بکائی بحق البیت والحرم
ان کان عفوک لا یرجوہ ذو سرف
فمن یجود علی العاصین بالنعم

اے وہ، جو تاریکیوں میں بھی، پریشان حال لوگوں کی دعا قبول کرنے

والا ہے۔

اے مشکلات، پریشانیوں اور بیماریوں کا ازالہ کرنے والے۔
تیرے وفد کے سب لوگ، گھر کے اطراف میں سو چکے ہیں۔
لیکن اے (حئ و) قیوم، تنہا، تیری ذات وہ ہے جسے نیند نہیں آتی۔
اے پالنے والے، میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں، جس طرح دعا مانگنے کا تو نے حکم دیا ہے۔

تجھے تیرے گھر، اور حرم (مقدس) کا واسطہ، میرے گریہ و بکا پر رحم فرما۔
اگر وہ لوگ جن سے کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں، تیرے عفو و درگزر کی امید نہ کریں۔
تو (اے میرے پالنے والے) گنہ گاروں، اور نافرمانوں پر جود (وکرم) اور انعام (واحسان) کون کرے گا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ:
میں آواز کے پیچھے پیچھے چلا تو دیکھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیے: بحار الانوار جلد ۶ صفحہ ۱۰۸)

عبادت

"عبادت" انسانیت کا جوہر ہے، اور عبادت کا مطلب ہے:
"انسان دل و جان سے، قول و عمل سے، ارادہ و فعل سے خدا کا ہو جائے، اس کے اوامر پر عمل کرے، اس کی نواہی سے باز رہے، اطاعت کو اپنا شیوہ بنائے، پوری کائنات سے بے نیاز ہو کر مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کر دے۔"

اور یہی وہ بندگی ہے جو معراجِ انسانیت ہے جو انسان کے اندر "لقلقہ" اور ملکا مل کی ایک منفرد نمو پیدا کرتی ہے، جس کے بارے میں شاعر نے بجا طور پر کہا ہے کہ:

وہ ایک سجدہ، جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(۱)

قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں میں انسان کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ پوری کائنات سے بے نیاز ہو کر صرف خدائے واحد کی بارگاہ میں سربسجدہ ہو جائے۔
جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا۔

(اور خدا کی ہی عبادت کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ)

(سورۂ آل عمران آیت ۳۶)

اور — اُس کے خالق ہونے کا تقاضہ بھی قرار دیا گیا کہ انسان اُس کی عبادت کرے۔

چنانچہ ارشاد ہوا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔

(اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، لہٰذا صرف اُسی کی عبادت کرو)

سورۂ انعام، آیت نمبر ۱۰۲

یا جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے،

... اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ۔

(اور عبادت کرو اللہ کی، جو میرا اور تم سب لوگوں کا پروردگار ہے)

سورۂ مائدہ آیت ۷۲

و

اور کبھی عبادت کو تقویٰ کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا ہے:

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

(اے لوگو —— اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ جس نے تم کو، اور اُن لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے، پیدا کیا ہے۔ امید ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

(سورۂ البقرہ، آیت ۲۱)

و

اور بعض آیتوں میں اسے صراطِ مستقیم بھی قرار دیا گیا۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے،

وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔

(اور میری ہی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

اور انبیائے کرام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا:

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

اور اس میں شک نہیں کہ اللہ ہی میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ تو سب کے سب اُسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

اور یہ بات بھی واضح ہے کہ قدرت کی طرف سے انسان کے لئے جو مقصدِ حیات معین کیا گیا ہے، وہی انسان کے لئے سیدھا راستہ ہے اور اسی پر چلنے والے اشخاص کے لئے کہا جائے گا کہ یہ حضرات صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔

اور قرآنِ مجید میں خالقِ دو جہاں نے بہت واضح لفظوں میں یہ اعلان فرما دیا کہ، جنوں اور انسانوں کی غرضِ خلقت عبادت ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

(اور میں نے جنوں اور آدمیوں کو، اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں)

سورۂ مبارکہ "الذاریات" آیت ۵۶

جس کے ذیل میں بعض معاصر مفسرین نے لکھا ہے کہ:

اگرچہ مخلوقات کا ذرہ ذرہ اللہ کی بندگی میں مصروف ہے، کیونکہ اللہ سارے جہان کا خالق اور اس کی ایک ایک چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

اور جو پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت و بندگی کرنی چاہیئے۔

لیکن آیت میں صرف جنوں اور انسانوں کا ذکر بطورِ خاص اس لئے کیا گیا ہے کہ،

"زمین پر صرف جن اور انسان ہی ایسی مخلوق ہیں جن کو یہ آزادی بخشی گئی ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کرنا چاہیں تو اپنے ارادہ و اختیار سے کریں۔

دوسری جتنی مخلوقات بھی اس دنیا میں ہیں، وہ اس نوع کی آزادی نہیں رکھتیں، بلکہ ان کے لئے سرے سے کوئی دائرہ اختیار ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کریں یا نہ کریں کیونکہ وہ سب اُس کی رضا کے آگے سرنگوں ہیں۔

یہ ارادہ و اختیار صرف جنوں اور انسانوں کو دیا گیا ہے۔

اور یہ ان ہی دونوں مخلوقات کی کمزوری ہے کہ اپنے خالق کی اطاعت و عبودیت سے منہ موڑ کر اور خالق کے سوا دوسروں کی بندگی کر کے خود اپنی فطرت سے لڑ رہے ہیں۔

اُن کو یہ جاننا چاہیئے کہ وہ خالق کے سوا کسی اور کی بندگی کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں، لہٰذا اُن کے لئے سیدھی راہ یہ ہے کہ:

جو آزادی انہیں بخشی گئی ہے اُسے غلط استعمال نہ کریں، بلکہ اس آزادی کو استعمال کرتے ہوئے، خود اپنی مرضی سے صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں!"

(۵)

اور چونکہ عبادت سے انحراف، درحقیقت اپنے مقصدِ حیات سے انحراف، اور زندگی کے سیدھے راستے سے انحراف ہے۔

اس لئے یہ بات بھی واضح کر دی گئی، کہ جو لوگ پروردگارِ عالم کی عبادت سے گریز کرتے ہیں، وہ ہلاکتِ ابدی میں گرفتار ہونے والے ہیں۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

"بیشک جو لوگ ہماری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و خوار ہو کر داخلِ جہنم ہوں گے۔

(ملاحظہ فرمایئے سورۂ مومن آیت ۶۰)

(۶)

اور عبادت کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ پروردگارِ عالم کی طرف سے جتنے انبیاء و مرسلین آئے، وہ اگرچہ عصمت و طہارت کے مالک تھے، اور انتہائی جلیل القدر منزل پر فائز تھے۔

مگر ہر پیغمبر نے خود بھی، زیادہ سے زیادہ، عبادت کی، اور بندوں کو بھی عبادت کی طرف دعوت دی۔

چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ۔

(اور یقیناً ہم نے ہی ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ:

(اے لوگو) ——— (صرف) اللہ کی عبادت کرو)

سورہ "النحل" آیت ۳۶

اس آیت نے اِس بات کی تصریح فرما دی ہے کہ تمام اُمتوں میں مبعوث ہونے والے پیغمبروں کا یہ پیغام تھا کہ:

"اے بندگانِ خدا ——— خدا کی بندگی کرو۔

بالفاظِ دیگر

جس کے بندے ہو اُس کی بندگی کا اعتراف بھی کرو اُس کے آگے سر بھی جھکاؤ:

حضرت نوح علیہ السلام جن پر پہلی شریعت نازل ہوئی، اور جو پروردگارِ عالم کی طرف سے سب سے پہلے اولوا العزم پیغمبر ہیں، انہوں نے بھی بندوں تک یہی پیغام پہونچایا۔

جیساکہ ارشادِ قدرت ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِہٖ، فَقَالَ:

یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ، مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔

(اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں نے کہا:

"اے میری قوم (کے لوگو) —— اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

(الاعراف، آیت ۵۹)

۲)

اور جناب ہودؑ نے بھی یہی پیغام دیا۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا، قَالَ:

یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ

(اور ہم نے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالحؑ کو بھیجا)

انہوں نے کہا:

"اے میری قوم (کے لوگو) اللہ کی عبادت کرو۔)

(الاعراف آیت نمبر ۶۵)

۳)

اور مدین کی قوم کی طرف جب حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا،

تو انہوں نے بھی اپنی قوم کو عبادتِ خدا کی تاکید کی۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَاِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا، قَالَ:

یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ

(اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

انہوں نے کہا:

"اے میری قوم (کے لوگو) —— اللہ کی عبادت کرو)

(الاعراف، آیت ۸۵)

۴)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پروردگارِ عالم نے جب کوہِ طور پر مناجات کے لئے بلایا تو اُن کو بھی عبادت کا حکم دیا۔

جیساکہ ارشادِ قدرت ہے،

اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا، فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ

(میں ہی اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو تم میری ہی عبادت کرو، اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو)

(سورہ طٰہٰ آیت ۱۴)

۵)

مذکورہ بالا آیت میں، یہ بات بھی خاص طور سے قابلِ توجہ ہے کہ:

عبادت کے ساتھ ساتھ، نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ :

" عبادت کے بعد، نماز کا خصوصی حکم دیا —— حالانکہ عبادت میں نماز بھی شامل تھی۔ (مگر نماز کا خاص تذکرہ اس لئے کیا گیا) تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو جائے۔

"لِذِکْرِیْ" —— کا ایک مطلب یہ ہے کہ :

" تم مجھے یاد کرو ——

اس لئے کہ (خدا کو یاد کرنے کا طریقہ عبادت ہے، اور عبادات میں نماز کو خصوصی اہمیت و فضیلت حاصل ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب بھی میں تمہیں یاد آجاؤں، نماز پڑھو۔

مقصد یہ ہے کہ : اگر کسی وقت غفلت، نادانی، یا نیند کا غلبہ (ہونے کی وجہ سے نماز ادا نہیں کر سکے تھے) تو اس کیفیت سے نکلتے ہی، اور میری یاد آتے ہی نماز ادا کیا کرو۔

اور نماز بھی وہ جس میں اخلاص ہو۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے :

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ

(بیشک ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے)

(سورہ الزمر آیت ۲)

اور حضور اکرمؐ سے قدرت نے فرمایا کہ :

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ۔

(کہہ دیجئے —— مجھے حکم دیا گیا ہے کہ :

اللہ کی ہی عبادت کروں، دین میں اُس سے اخلاص کے ساتھ)

(سورۃ الزمر آیت ۱۱)

اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ :

دین کے معنی یہاں : عبادت اور اطاعت کے ہیں۔

اور اخلاص کا مطلب ہے :

صرف اللہ کی خوشنودی کی نیت سے نیک عمل کرنا۔

غور کریں، تو یہ آیت نیت کے وجوب اور اخلاص کے سلسلہ میں ایک واضح دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

حدیث میں بھی اخلاص کی اہمیت یہ کہہ کر واضح کر دی ہے کہ :

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

(اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے)

مقصد یہ ہے کہ :

جو عمل خیر، صرف خوشنودیٔ خدا کی نیت سے کیا جائے، وہی اس کی بارگاہ میں مقبول ہوگا، اور جس عمل میں کسی اور جذبے کی آمیزش ہوگی، یا جس میں خدا کی خوشنودی کا تصور نہ ہوگا وہ نا مقبول ہوگا۔

اور اخلاص عمل کا اگر اعلیٰ ترین نمونہ دیکھنا ہو تو حضرت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کی ذوات مقدسہ، اور اُن کی سیرت طیبہ کے پاک و پاکیزہ نقوش کو سامنے رکھا جائے۔

جہاں حالت یہ ہے کہ سرورِ کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ اس قدر انہماک سے عبادت فرماتے تھے کہ مالکِ دو جہاں نے خود فرما دیا:

طٰہٰ —— مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ

(اے میرے پاک و پاکیزہ بندے، ہم نے آپ پر قرآن اس لئے تو نازل نہیں کیا کہ آپ اس قدر مشقت اٹھائیں) (ملاحظہ فرمائیں، سورۂ طٰہٰ، آیت ۱و۲)

جس کے ذیل میں مفسرین نے لکھا ہے کہ:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، ابتدائے رسالت میں، علاوہ فرائضِ نبوت کے، عبادت میں بھی بہت مشقت برداشت کرتے تھے۔

دس برس تک، تقریباً ساری ساری رات، نماز میں کھڑے رہتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج گئے، اور چہرۂ اقدس کا رنگ زرد ہو گیا۔

۲

امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں بھی مورخین نے عبادت کی جو کیفیت رقم کی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام عبادت میں کتنی مشقت برداشت کرتے تھے۔

چنانچہ ابن ابی یعفور کی روایت ہے کہ:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، إِذَا حَضَرَ الصَّلَاةَ اقْشَعَرَّ جِلْدُهُ وَاصْفَرَّ لَوْنُهُ وَارْتَعَدَ كَالسَّعَفَةِ.

(حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی یہ کیفیت تھی کہ:

جب نماز کیلئے آتے تو آپ کے جسم مبارک کی کھال سے بھی ہیبت نمایاں ہوتی، چہرہ زرد ہو جاتا اور کپکپی طاری رہتی)

(ملاحظہ فرمایئے، کتاب فلاح السائل صفحہ ۱۰۱)

۳

برادرانِ اہلسنت کے ممتاز عالمِ دین زہری کا بیان ہے کہ:

... عبدالملک بن مروان نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی پیشانی پر سجدہ کا نشان دیکھا تو اس نے اظہارِ تعظیم کرتے ہوئے گزارش کی:

"اے ابا محمد —— آپ کے (چہرۂ اقدس پر تو، عبادت کے سلسلہ میں) آپ کی مشقت کے آثار بہت نمایاں ہیں۔

جبکہ پیش پروردگار آپ کے حسنات بہت ہیں۔

آپ دخترِ رسول کے لختِ جگر ہیں۔

نسب میں بھی قربت ہے، سبب بھی بہت مستحکم ہے۔

اپنے تمام اہلِ خاندان کے درمیان بھی آپ کا مرتبہ سب سے بلند ہے، اور زمانہ کے تمام لوگوں میں بھی (فضل و شرف میں آپ سب سے آگے ہیں)

آپ کے پاس جو علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری ہے، ویسی کسی کے پاس نہیں، سوائے آپ کے ان بزرگان کے جو دنیا سے رخصت ہو گئے۔

... اسی طرح وہ امام علیہ السلام کی مدح و ثناء کرتا رہا (اور اپنی نادانی کی بناء پر گویا یہ سوال کرنا چاہ رہا تھا کہ:

"جب آپ اتنے بلند مرتبے پر فائز ہیں، تو آپ کو اتنی زیادہ عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے)!؟"

امام علیہ السلام نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا کہ:

"تم نے جو کچھ بیان کیا، اور جن اوصاف کا ذکر کیا یہ سب خداوندِ عالم کے فضل و کرم اور اس کی تائید و توفیق سے ہی (تو ہمیں ملا ہے) —— پھر کیا اس کی نعمتوں کا شکر (نہ ادا کروں)؟....."

جبکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو کائنات کے سید و سردار تھے) انہوں نے اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے کہ

آپ کے قدم مبارک پر ورم پڑ گیا تھا۔۔۔

اور آنحضرتؐ سے جب کسی نے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ اتنی زیادہ عبادت کیوں کرتے ہیں، جبکہ پیش پروردگار آپ کا اتنا عظیم مرتبہ ہے۔

تو حضور اکرمؐ نے فرمایا:

افلا اکون عبداً شکوراً —— ،

(کیا میں (خدا کا) خوب شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں؟)

یہ بات نقل کرنے کے بعد امامؑ نے مزید فرمایا:

خدا نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے (اور جن مصائب و آلام) سے آزمایا ہے، ہم ہر حال میں اس کی حمد و ثنا بجا لاتے ہیں)۔

خدا کی قسم —— اگر میرے اعضاء و جوارح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، اور میری آنکھیں بھی باہر نکل پڑیں تب بھی خداوند عالم کی عطا کردہ کسی ایک نعمت کے شکر کا عشر عشیر بھی ادا نہیں ہو سکتا (جبکہ اس کی نعمتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ شمار کرنے والے انھیں گن نہیں سکتے اور نہ اس کی کسی ایک نعمت کا، تمام حمد کرنے والے اپنی حمد سے حق ادا کر سکتے ہیں)

لا واللہ —— (کوئی حق شکر ادا نہیں کر سکتا)

اور خداوند عالم مجھے ایسی حالت ہی میں دیکھے کہ کوئی چیز مجھے اس کے شکر و ذکر سے روکنے والی نہ ہو، نہ رات میں، نہ دن میں، نہ مخفی طور سے نہ ظاہر بظاہر۔

اور اگر میرے اہل و عیال کا مجھ پر حق نہ ہوتا۔

اور لوگوں میں سے تمام خاص و عام لوگوں کے مجھ پر وہ حقوق نہ ہوتے جنہیں حتی الامکان اور حسب طاقت، مجھے بہر حال ادا کرنا ہے ——

تو میں اپنی نظریں آسمان میں، اور اپنے قلب کو (عرش الٰہی) کی طرف میں اس طرح پیوستہ کر دیتا کہ پھر دنیا سے رخصت ہونے تک، یہ چیزیں واپس نہ آتیں،

بیشک اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہاں تک فرمانے کے بعد امام علیہ السلام پر گریہ طاری ہو گیا اور (امام کی) ایسی کیفیت دیکھ کر سوال کرنے والا بھی رو پڑا گیا۔۔۔

کتاب: فتح الابواب

(بحوالہ: بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۵۰)

◆

عمران بن امین کی روایت ہے کہ:

۔۔۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام روز و شب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا معمول تھا۔

آپ کے (باغ میں) کھجور کے پانچسو درخت تھے۔

امام علیہ السلام ان میں سے ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ (کے چہرۂ اقدس) کا رنگ بدل جاتا تھا۔

نماز میں قیام کے دوران کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بندہ انکساری کی حالت میں جلیل القدر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو۔

خشیت پروردگار سے اعضاء پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔

اور ایسی نماز پڑھتے تھے، گویا زندگی کی یہ آخری نماز ہو۔

(ملاحظہ فرمائیے: خصال شیخ صدوق جلد ۱ صفحہ ۱۰)

٥

ابن اعرابی کی روایت ہے کہ:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے گھر کی ایک خادمہ سے (کسی نے) کہا کہ

"امام علیہ السلام کے بارے میں مجھے بتاؤ"

اس نے کہا، مختصر بتاؤں، یا تفصیل سے؟

میں نے کہا کہ:۔ مختصر بیان کر دو۔

اُس نے کہا کہ:۔ (مختصر یہ ہے کہ) میں نے کبھی دن کے وقت ان کی خدمت میں کھانا نہیں پیش کیا، اور رات کے وقت کبھی اُن کے لئے بستر نہیں بچھایا۔"

(ملاحظہ فرمائیے، علل الشرائع صفحہ ۸۸)

٦

عبدالعزیز بن ابی حازم نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ:

"میں نے خاندانِ بنی ہاشم میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے زیادہ فضیلت رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

آپ دن و رات میں تعداد ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جس کی

وجہ سے آپ کی پیشانی اور اعضائے سجدہ پر جا بجا گٹے پڑ گئے تھے

(علل الشرائع صفحہ ۸۸)

٧

سہل کی روایت ہے کہ:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل لہجے میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ بہشتی اور پانی بھرنے والے افراد بھی آپ کے گھر کے پاس سے گزرتے، (اور آپ تلاوت کر رہے ہوں) تو گھر کے دروازے کے پاس رُک کر آپ کی تلاوت سننے لگتے تھے

(ملاحظہ فرمائیے: کافی جلد ۲ صفحہ ۶۱۶)

٨

یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ،

جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت کا وقت نزدیک آیا، تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر سے فرمایا:

میں نے اپنی اس اونٹنی پر بیس حج کئے ہیں لیکن اس پورے عرصہ میں کبھی ایک کوڑا بھی نہیں مارا ہے۔

جب یہ مر جائے تو اسے زمین میں دفن کر دینا تاکہ درندے اسے چیر پھاڑ کر نہ کھا جائیں، کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما من بعیر یوقف علیه موقف عرفة سبع حجج، الا جعله الله من نعم الجنة وبارك في نسله

(جس اونٹ پر سات حج کے دوران، عرفات میں وقوف کیا جائے

(اے خداوند! طاعت کے بچوں میں سے قرار دے گا اور اس کی نسل میں برکت رکھے گا)

چنانچہ جب وہ ملازم حبشی دنیا سے رخصت ہوا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے غسل و کفن کروا کر اُسے دفن کر دیا۔

(ملاحظہ فرمایئے: شواہد النبوۃ صفحہ [illegible])

(۶)

حلیۃ الاولیاء کی روایت ہے:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو سے فارغ ہو کر نماز کے لئے جاتے تو چہرہ اقدس پر بہت ہیبت طاری ہوتی تھی۔

کسی نے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

... تمہیں پتہ ہے کس کی بارگاہ میں حاضری دینے اور کس سے مناجات کرنے جا رہا ہوں

اور طاؤس فقیہ کا بیان ہے کہ:

میں نے حجر اسماعیل (خانہ کعبہ) میں حضرت امام زین العابدینؑ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (پھر نماز کے بعد) آپ نے ان الفاظ میں دعا مانگی:

عُبَيدُكَ بِبابِكَ، أَسيرُكَ بِفِنائِكَ، مِسكينُكَ بِفِنائِكَ، سائِلُكَ بِفِنائِكَ يَشكُو إِلَيكَ ما لا يَخفىٰ عَلَيكَ۔

(تیرا بندہ تیرے دروازے پر ہے۔)

(تیرا قیدی تیری بارگاہ میں ہے)

(تیرا مسکین تیری دہلیز پر آیا ہے۔)

(تجھ سے مانگنے والا تیرے صحن میں حاضر ہے۔)

(تیری بارگاہ میں فریاد کر رہا ہے (ان باتوں کی) جو تجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں)

(ملاحظہ فرمایئے: حلیۃ الاولیاء جلد [illegible] صفحہ [illegible])

(۷)

مختلف مساجد، خصوصاً ان مساجد کی فضیلت و عظمت کا تذکرہ روایات کے اندر موجود ہے جن میں نماز پڑھنے کا امام علیہ السلام کو اس قدر اشتیاق تھا کہ سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے مساجد میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

چنانچہ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی گئی ہے کہ:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے شہر کوفہ کا سفر صرف "مسجد کوفہ" میں چار رکعت نماز ادا کرنے کے لئے اختیار فرمایا۔

آپ وہاں تشریف لے گئے، نماز پڑھی اور مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے لئے روانہ ہو گئے۔

(ملاحظہ فرمایئے: تہذیب الاحکام جلد [illegible] صفحہ [illegible])

ابو حمزہ ثمالی جو کوفہ کے متقی و پرہیزگار شخص اور وہاں کے بزرگان میں سے تھے ان کا بیان ہے کہ:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف لائے ستون ہفتم کے قریب گئے، نعلین مبارک اتاریں، نماز کے لئے کھڑے ہوئے، دونوں ہاتھوں کو کانوں کے قریب لے گئے اور ایسے

خضوع و خشوع سے تکبیر کہی، کہ اس کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے

کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے اور میں نے اُن کی آواز پر کان لگا رکھے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ایسا عمدہ اور دلنشین لہجہ میں نے اس سے قبل کسی کا بھی نہیں سُنا تھا۔

(ملاحظہ فرمائیے، فرحۃ الغری، ص)

۶

طاؤس یمانی کہتے ہیں کہ:

(میں مکہ مکرمہ میں تھا) بوقتِ نصف شب، حجرِ اسماعیل کے اندر گیا، تو دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سجدے کی حالت میں ہیں اور بعض جملوں کو بار بار دہرا رہے ہیں۔

میں نے غور سے سُنا، تو یہ الفاظ تھے

إلٰهِيْ عُبَيْدُكَ بِفِنَائِكَ۔

مِسْكِيْنُكَ بِفِنَائِكَ۔

فَقِيْرُكَ بِفِنَائِكَ۔

(ترجمہ) خدایا!

تیرا بندہ... تیرا مسکین...

تیرا محتاج....

تیری بارگاہ میں حاضر ہے)

راوی کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ کو یاد کر لیا۔

اور اس واقعہ کے بعد مجھے جب بھی کوئی پریشانی، رنج

یا مرض لاحق ہوا، میں نے نماز پڑھی، سجدے میں سر رکھا، اور ان کلمات کو دہرایا، تو مجھے اُس پریشانی اور تکلیف سے نجات مل گئی...

جو شخص بھی خلوصِ نیت کے ساتھ ان الفاظ کو ادا کرے (اور گڑگڑا کر خداوندِ عالم سے التجا کرے) یقیناً اثر ہو گا، اور اُس کی حاجت پوری ہو گی۔

ملاحظہ فرمائیے:

(حدیقۃ الشیعہ، جلد ۲، صفحہ ۶۹۲-۶۹۳)

امامِ چہارم کا دربارِ یزید میں

خطبہ

اہلبیتِ طاہرین علیہم السلام سے وابستہ اسیرانِ کربلا کا قافلہ، جب دمشق پہنچا۔ اور پیغمبرِ اکرمؐ کی نواسیوں اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیوں —— حضرت زینبؑ اور حضرت امِ کلثومؑ —— کے ساتھ دوسرے قیدیوں کو بھی یزید ملعون کے دربار میں پیش کیا گیا جہاں ہر طرف عزا اور کافرین بیٹھے ہوئے تھے۔

تختِ حکومت پر تکبر و نخوت کی علامت بنا ہوا حاکمِ وقت غرور کے عالم میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام، اور خاندانِ رسالت کے بے گناہ مقتولوں کی شہادت پر اظہارِ مسرت کر رہا تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک قیدی کی حیثیت سے وہاں موجود تھے۔ حالت یہ تھی کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق پڑا ہوا تھا۔

اہلِ دربار میں سے کچھ لوگوں نے یزید سے اصرار کیا، کہ حضرت علی ابن الحسینؑ کو تقریر کی اجازت دی جائے۔

اور لوگوں کے اصرار کی بنا پر حاکمِ وقت نے آپ کو تقریر کرنے کے لئے کہا، تو

آپ نے ایسا خطبہ دیا جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی شاہکار تھا اور سلاست بیان کے لحاظ سے بھی۔

اور جسے سُن کر پورے اہلِ دربار پر گریہ و بکا طاری ہو گیا تھا۔

کامل بہائیؒ کے مطابق آپ نے خطبہ کا آغاز ان کلمات سے فرمایا:

الحمد للہ الذی لا بدایۃ لہ، والدائم الذی لا نفاد لہ، والاول الذی لا اول لاولیتہ، والآخر الذی لا آخر لآخریتہ، والباقی بعد فناء الخلق۔ قدر اللیالی والایام، وقسم فیما بینہم الاقسام، فتبارک اللہ الملک العلام۔

تمام تعریفیں خدائے (واحد) کے لئے ہیں جو (ازل سے) موجود ہے اور اُس کے لئے، کوئی ابتدا (فرض) نہیں کی جا سکتی۔

وہ ایسی دائم (اور سرمدی) ذات ہے جس کے لئے کوئی فنا نہیں۔

وہ اول ہے، جس سے قبل کوئی اولیت نہیں رکھتا۔

وہ آخر ہے، جس کے بعد کوئی آخر نہیں ہے۔

اور تمام مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد بھی، وہی باقی رہنے والا ہے۔

روز و شب کا انتظام اُسی نے مقرر کیا ہے۔

اور ان کے درمیان، تقسیم کار کرنے والا وہی ہے۔

پاک اور بے نیاز ہے اللہ جو صاحبِ اقتدار بھی ہے اور خوب جاننے والا بھی)

﴿۵﴾

اے لوگو ——

خداوندِ عالم نے ہم اہلبیتِ پیغمبرؐ کو چھ خصوصیات سے نوازا ہے، اور سات فضیلتوں میں ہمیں تمام مخلوقات سے ممتاز قرار دیا ہے۔

جن خصوصیات سے ہمیں نوازا، وہ:
علم و دانش۔
حلم و بُردباری۔
جوانمردی۔
فصاحت و بلاغت۔
شجاعت و بہادری۔
لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔

اور جن (سات) فضیلتوں میں (ہمیں تمام مخلوقات سے) ممتاز قرار دیا ہے وہ یہ ہیں:

نبی مختار (احمد مجتبیٰ) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہمارے (جدِ اصلی) ہیں
(امیر المومنین حضرت) علی مرتضیٰؑ ہمارے (دادا) ہیں۔
جنابِ جعفرِ طیارؑ، جن کو خداوند عالم نے دو خصوصی پَر عطا فرمائے ہیں، جن کے ذریعہ سے وہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں میرے (والد کے چچا) تھے۔

جنابِ حمزہ، جو شیرِ الٰہی بھی تھے اور شیرِ رسولِ اکرمؐ بھی، وہ ہمارے مولا حضرت علی مرتضیٰؑ کے چچا) تھے۔
(خاتونِ جنت حضرت فاطمۂ زہرا سیدۃ النساء العالمین ہماری (جدۂ ماجدہ) ہیں۔

حضرت امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام —— اور
حضرت امام حسین علیہ السلام —— دونوں حضرات جو) جوانانِ جنت کے سردار ہیں ہمارے (عم محترم اور والدِ بزرگوار) ہیں۔

من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفه
(جو مجھے پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے، جو مجھے نہیں پہچانتا، میں (اپنے آپ کو) پہچنواتا ہوں۔
میں مکّہ و منیٰ کا فرزند ہوں۔
میں زمزم و صفا کا دلبند ہوں۔
.... اسی طرح اپنی اور اپنے خاندان کی توصیف فرماتے رہے۔
پھر فرمایا:
میں حضرت فاطمۂ زہراؑ کی اولاد ہوں۔
میں اُس کی اولاد ہوں، جو تمام خواتینِ عالم کی سردار ہیں۔
میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا دلبند ہوں۔
میں امام حسین (مظلوم) کا بیٹا ہوں جو اہلِ جفا کے خنجر سے شہید کیا گیا۔
میں اُس کا بیٹا ہوں جو صحرائے کربلا میں تشنہ لب شہید کر دیا گیا۔
میں اُس کا فرزند ہوں جس کے گھر پر اہلِ جور و جفا نے حملہ کیا۔
میں اُس کا نورِ نظر ہوں جس پر زمین میں زندگی گزارنے والے جنات

نے گریہ کیا اور فضا کے پرندوں نے بھی۔

میں اُس کا بیٹا ہوں جس کے سر کو نوکِ نیزہ پر بلند کر کے شہر بہ شہر (اور دیار بہ دیار) گھمایا گیا۔

میں اُس کا دلبند ہوں جس کے اہلِ حرم کو مجہول النسب افراد نے قیدی بنایا۔

ہم اہلبیتِ پیغمبر کے وہ افراد ہیں جنہیں ابتلاء و آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جبکہ ـــ ہمارے گھر میں فرشتے نازل ہوتے رہے۔ اور علومِ الٰہی کا مرکز ہمارا ہی گھر تھا۔

بعض معاصر مورخین نے آپ کے خطبے کے مندرجہ ذیل کلمات کا بھی ذکر کیا ہے (کہ امامؑ نے فرمایا):

میں اُس کا فرزند ہوں جس نے اپنی رِدا میں زکوٰۃ کا سامان اٹھا کر فقیروں تک پہونچایا۔

میں بہترین لباس پہننے والے کا فرزند ہوں۔

میں بہترین زمین پر قدم رکھنے والے کی اولاد ہوں۔

میں بہترین طواف و سعی کرنے والے کا فرزند ہوں۔

میں بہترین حج و تلبیہ کہنے والے کا نورِ نظر ہوں۔

میں اُس کی اولاد ہوں جسے (سفرِ معراج میں) براق پر سوار کیا گیا

میں اُس کے جگر کا ٹکڑا ہوں جسے راتوں رات مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جایا گیا، اور لے جانے والا کتنا بے نیاز اور پاکیزہ صفات والا ہے

میں اُس کا پارۂ جگر ہوں جسے جبرئیلِ امین سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے

ساتھ لے گئے

میں اُس کا فرزند ہوں جس نے تقرب کی تمام منزلیں طے کیں اور بحدِ (دو کمان سے کم) کے فاصلے تک پہنچا۔

میں اُس کی اولاد ہوں جس نے ملائکہ کے ساتھ نماز ادا کی۔

میں اُس کا پارۂ جگر ہوں جس سے پروردگارِ عالم نے وحی کے ذریعے باتیں کیں

میں حضرت احمد مصطفیٰؐ کی اولاد ہوں۔

میں حضرت علی مرتضیٰؑ کا پوتا ہوں جنہوں نے کفار کی شوکت مٹا دی۔

میں اُس کی اولاد ہوں جس نے رسول اکرمؐ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی اور دو نیزوں سے نیزہ زنی کی، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، دو بیعتوں میں حصہ لیا، اور دو ہجرتیں کیں۔

اس نے بدر و حنین کے معرکے سر کئے اور جس کا دامن ایک لمحے بھی شرک سے آلودہ نہ ہوا۔

میں صالح المومنین۔

وارث النبیین۔

قاتل الملحدین۔

یعسوب المسلمین۔

نور المجاہدین۔

تاج البکائین۔

اصبر الصابرین۔

افضل القائمین من آلِ یٰسین ــــ اور
رسولِ رب العالمین ــــ کا فرزند ہوں۔
میں اُس کی اولاد ہوں جس کی جبرئیلؑ کے ذریعہ تائید اور میکائیلؑ کے
ذریعے مدد کی گئی۔
میں حرمِ مسلمین کے محافظ کا فرزند ہوں۔
میں اُس کا فرزند ہوں جس نے بیعت شکن انحراف کرنے والوں،
دین سے نکل جانے والوں سے جہاد کیا اور نواصب سے جنگ کی۔
میں تمام قریش میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ انسان کا وارث ہوں۔
میں اُس کا فرزند ہوں جس نے سب سے پہلے دعوتِ الٰہی پر لبیک کہی۔
جو سب سے پہلے صاحبِ ایمان تھے۔
ظالموں کی کمر توڑنے والے۔
مشرکین کو ہلاک کرنے والے۔
منافقین کے حق میں سہمِ ترکشِ خداوندی۔
کلمۃ العابدین کی زبان۔
دینِ خدا کے مددگار۔
امرِ خدا کے ولی۔
حکمتِ الٰہی کے چمن زار۔
علمِ الٰہی کے خزینہ دار۔
سب سے زیادہ صاحبِ عزم و عزیمت۔
سب سے زیادہ صاحبِ حوصلہ و ہمت۔
شیرِ نیستانِ شجاعت ــــ اور بارانِ رحمت تھے۔

میدانِ جنگ میں نیزوں کی باہمی آمیزش اور گھوڑوں کی باہمی دوا دوش کے
موقع پر ظالموں کو پیس ڈالنے والے ــــ اور انہیں غفلت کی طرح ہوا
میں اڑا دینے والے۔
حجاز کے شیر۔
صاحبِ اعجاز۔
عراق کے سردار۔
نص و استحقاق کی رو سے امام۔
مکی، مدنی، ابطحی، تہامی، بدری و احدی، بیعت شجرہ و ہجرت کے
مجاہد، عرب کے سردار، میدانِ جنگ کے شیر ــــ مشعرین کے
وارث ــــ سبطین کے والد ــــ مظہرِ عجائب و غرائب ــــ
دشمنوں کے لشکر کو پراگندہ کر دینے والے۔ شہابِ ثاقب،
نورِ عاقب، اسد اللہ الغالب، مطلوبِ کلِ طالب، غالبِ
کلِ غالب تھے۔
یعنی میرے جد حضرت امیر المومنین، علی ابن ابی طالبؑ۔

(۷)

شیخ عباس قمی نے تحریر فرمایا ہے کہ:
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کچھ ایسے انداز سے اپنے
آباؤ اجداد طاہرینؑ کے فضائل و مناقب بیان کئے کہ اسلامی تاریخ کا
پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے آگیا، اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔
مجمع کی کیفیت دیکھ کر یزید خوفزدہ ہو گیا کہ کہیں انقلاب برپا نہ ہو جائے۔
چنانچہ اُس نے مؤذن کو اذان دینے کے لئے کہا۔

مؤذن نے اذان شروع کی جب اس نے "اللہ اکبر" کہا تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

"بیشک خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔"

پھر جب مؤذن نے کہا، "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" ـــــ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:ـ

"میرا گوشت پوست خون سب گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

اور جب مؤذن نے کہا، "اشہد ان محمداً رسول اللہ" ـــــ

تو امام علیہ السلام نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے یزید ـــــ بتا (حضرت) محمد (مصطفیٰؐ) (جن کی رسالت کی گواہی دی جارہی ہے) ... میرے جد تھے یا تیرے؟"

اگر تو اپنا جد کہے گا تو (ساری دنیا کہے گی) یہ جھوٹ ہے ... اور اگر اعتراف کرے گا کہ ہمارے جد تھے تو پھر:

"تو نے ان کی اولاد کو شہید اور اہل خاندان کو کیوں قیدی بنایا۔

یزید سے کوئی جواب نہ دے سکا ...

(ملاحظہ فرمائیں:

منتہی الامال جلد ۱ صفحہ ۵۲۲)

آپؑ کا عفو و درگذر

عفو و درگذر ـــــ وہ عظیم صفت ہے جو بارگاہِ قدرت میں انتہائی پسندیدہ ہے، چنانچہ قرآن مجید میں خالق دو جہاں نے اپنے نیک بندوں کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

(اور یہ وہ لوگ ہیں جو بندوں کی درگذر کرتے ہیں)

(سورۂ آل عمران)

ایک اور مقام پر ارشادِ قدرت ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

(درگذر اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے درگذر کریں)

(سورۂ اعراف، آیت ۱۹۹)

اور سورۂ مبارکہ "النور" ـــــ میں اس کا حکم دیتے ہوئے اس کے ایک نہایت خوشگوار نتیجے سے بھی باخبر کیا ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

.. وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(اور ان لوگوں کو چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگذر سے کام لیں کیا تم لوگوں کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خداوند عالم تمہاری مغفرت

کرے؛

اور اللہ تو بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے)

(سورہ نور آیت ۲۲)

گویا آیت میں توجہ دلائی جا رہی ہے کہ؛

تم لوگوں سے بھی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں، اور تم یہ چاہتے ہو کہ خداوند عالم تمہاری غلطیاں معاف فرمائے۔

تو پھر تم بھی دوسروں کے ساتھ اسی طرح سے معافی و درگذر کا معاملہ کیوں نہیں کرتے۔؛

کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ خداوند عالم تمہاری غلطیاں معاف کر دے۔

تو جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ پروردگار عالم تمہاری خطاؤں سے درگذر کرے اسی طرح تم بھی بندوں کی کوتاہیوں سے درگذر کیا کرو۔

۵

اس کے ساتھ قرآن حکیم میں خالق دو جہاں نے یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو اذیت پہنچائے تو جتنی اذیت پہنچائی گئی ہے اسے بدلہ لینے کا پورا اختیار ہے۔

لیکن اگر وہ عفو و درگذر سے کام لے تو وہ پروردگار سے اجر و ثواب کا استحقاق پا سکے گا۔

چنانچہ ارشاد قدرت ہے؛

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ

(اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے

مگر جو شخص درگذر سے کام لے اور (معاملہ کو) درست کر دے، تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے۔

بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

(ماخوذ ترجمہ مقبول)

(سورۃ الشوریٰ آیت ۴۰)

۶

اور نیکوکار بندوں کی توصیف کرتے ہوئے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ؛

وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ۔

(یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور ناپسندیدہ افعال سے بچتے ہیں، اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں)

(سورہ شوریٰ آیت ۳۷)

اس جگہ چند باتیں خاص طور سے قابل غور ہیں؛

چونکہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ، عام لوگوں کے لئے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے محفوظ رہنا آسان نہیں ہے۔

اس لئے آیت میں نیک لوگوں کی صفت یہ نہیں بیان کی گئی کہ:

"وہ کبھی گناہ کرتے ہی نہیں۔"

بلکہ ارشاد ہوا کہ؛

يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ

گویا بشریت کی عمومی کمزوری کی رعایت سے مومنین کے لئے یہ قید لگا دی گئی کہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو گناہان کبیرہ سے دامن بچاتے ہیں۔

۶

اسی طرح مقام مدح و تحسین میں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ:
"صالحین و ابرار کو سرے سے غصہ آتا ہی نہیں!
کیونکہ کسی موقع پر بھی غصہ نہ آنا —— حلم کی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس میں بجبن و بے حمیتی کا اندیشہ ہے جو کمال نہیں بلکہ نقص ہے۔
کمال تو یہ ہے کہ بندے کو جب غصہ آئے تو اپنی طبیعت پر قابو رکھے۔
چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ

(اور جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں)

گویا آیت نے وضاحت کر دی کہ:
ناگوار باتوں پر غصہ آنا انسان کی فطرت و سرشت میں داخل ہے
اور یہ بات کسی انسان کی شرافت نفس کے خلاف بھی نہیں ہے اور اخلاق و شریعت کے لحاظ سے کوئی نا پسندیدہ بات بھی نہیں۔
البتہ غصہ میں بے قابو ہو جانا شریعت و اخلاقیات کی حدود کو پامال کر دینا مذموم ہے۔
جبکہ عفو و درگذر سے کام لینا انتہائی پسندیدہ عمل ہے۔

۷

ایک اور مقام پر درگذر کا حکم دیتے ہوئے اس کے انجام کے بارے میں نہایت [illegible] سے ارشاد فرمایا کہ:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

تو ان لوگوں سے درگذر کیجئے۔
اور کہہ دیجئے کہ تم پر سلام۔
عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا

(سورۂ مبارکۂ زخرف آیت ۸۹)

۸

امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کے عفو و درگذر کے بارے میں مورخین نے معتبر اسناد کے ساتھ سینکڑوں واقعات بیان کئے ہیں۔
ہم اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں چند واقعات کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:
محمد بن جعفر وغیرہ کا بیان ہے کہ:
"ایک شخص حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے نہایت نازیبا کلمات کہنے لگا۔
امام علیہ السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔
پھر جب وہ چلا گیا تو امام علیہ السلام نے وہاں پر موجود لوگوں سے فرمایا کہ:
"جو کچھ اس شخص نے کہا تم لوگوں نے سن لیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم سب میرے ساتھ اس کے پاس چلو تاکہ میرا جواب بھی تم لوگ سن لو۔
سب نے کہا: "جی ہاں —— ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم تو اسی وقت چاہ رہے تھے کہ آپ اس شخص کے جواب میں کچھ فرماتے تو ہمیں بھی بولنے کا موقع ملتا۔
لیکن آپ خاموش تھے اس لئے آپ کے احترام میں ہم بھی خاموش

رہے)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے نعلین مبارک پہنی، اور روانہ ہوئے

درمیانِ راہ آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے،

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

(اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے (حضرات) اور خدا احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

(سورہ آلِ عمران آیت ۱۳۴)

یہ سُن کر ہم لوگ سمجھ گئے کہ امام علیہ السلام اُس شخص کی بدکلامی کا اس سے بدلہ نہیں لیں گے۔

امام علیہ السلام چلتے رہے، یہاں تک کہ اُس شخص کے گھر پہنچ گئے،

اور ساتھیوں سے فرمایا:

اس شخص کو بتاؤ کہ علی بن الحسین آئے ہیں۔

(جب ہم لوگوں نے اُس شخص کو آواز دی تو وہ تیزی سے گھر سے نکلا

اور اسے اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ یہ سب لوگ اُس کی بدکلامی

کا جواب دینے کے لئے اُس کے گھر پہنچے ہیں) اور امام علیہ السلام

نے فرمایا:

يَا أَخِي ـــــ إِنَّكَ قَدْ وَقَفْتَ عَلَيَّ آنِفاً وَقُلْتَ وَقُلْتَ۔

فَإِنْ كُنْتَ قَدْ قُلْتَ مَا فِيَّ، فَأَنَا أَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْهُ،

وَإِنْ كُنْتَ قَدْ قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيَّ غَفَرَ اللهُ لَكَ۔

(اے بھائی ـــــ تم نے ابھی میرے پاس کھڑے ہو کر ایسی ویسی

باتیں کہی تھیں، اگر تم نے جو باتیں بیان کیں، وہ میرے اندر موجود ہیں تو میں خداوندِ عالم سے اُن کی مغفرت چاہتا ہوں۔

اور اگر تم نے ایسی باتیں کہی ہیں جو میرے اندر موجود نہیں ہیں ـــــ تو

خداوندِ عالم تمہیں معاف کر دے۔

یہ سُن کر وہ شخص (بہت شرمندہ ہوا، اس نے) امام علیہ السلام کی پیشانی

کا بوسہ لیا اور کہنے لگا:

"بیشک میں نے ایسی باتیں کہی تھیں جن کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور ان

(ناز یبا) باتوں کا میں ہی زیادہ حقدار ہوں۔

(ملاحظہ فرمائیے: الارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۵۷)

۵

اسی مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے جسے عبید اللہ بن محمد

نے بیان کیا ہے، اور انہوں نے عبد الرزّاق سے سنا تھا،

وہ کہتے ہیں کہ:

"ایک روز (میں امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کے گھر

حاضر ہوا تو آپ کے خدمت گاروں میں سے ایک) آپ کے ہاتھوں

پر پانی ڈال رہا تھا۔

اچانک اُس خدمت گار کے ہاتھوں سے وہ لوٹا چھوٹ کر امامؑ کے

جسمِ مبارک پر گر گیا (جس سے آپ کو چوٹ لگی)

آپ نے نظر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا تو اس نے قرآن مجید کی اس آیت

کی تلاوت کی:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ (اور غصہ کو پی جانے والے حضرات)

یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔
اس نے آیت کا اگلا حصہ پڑھا:
وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں کو معاف کر دینے والے حضرات)
امامؑ نے فرمایا: (میں نے معاف کیا، خدا بھی تجھے معاف کرے)۔
اُس نے آیت کا آخری حصہ پڑھا۔
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)
یہ سُن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:
جاؤ: میں نے خدا کی راہ میں تمہیں آزاد کیا۔

(حوالہ مذکورہ ص ۱۸۱)

شہادت

جلاء العیونؑ کی روایت ہے:
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی رحلت کی شب آگئی تو آپ نے
(امام محمد باقر علیہ السلام سے) فرمایا:
"اے نورِ نظر —— یہی وہ شب ہے جس کے بارے میں مجھ سے وعدہ کیا جا چکا ہے کہ دنیا سے رختِ سفر باندھوں گا۔"

(حوالہ فرائن مجالس الحسینؑ)

۲

علی بن ابراہیمؒ نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل، قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:
الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ و اورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء، فنعم اجر العاملین۔
(تمام تعریفیں، خداوندِ عالم کے لئے ہیں۔
جس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔
ہمیں زمین کا وارث بنایا۔
ہم جنّت میں جہاں چاہیں رہیں گے)

اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے کتنا اچھا اجر (و ثواب) ہے۔

(سورۂ مبارکۂ آلِ عمران: آیت ۱۳۶)

جناب ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینیؒ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے، البتہ اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ:

امام علیہ السلام نے "سورۂ واقعہ" اور سورۂ مبارکۂ "الفتح" کی تلاوت کے بعد مذکورہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی۔

(ملاحظہ فرمایئے "کافی" جلد ۱ صفحہ [illegible])

اور جناب شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ:

وفات کے وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی عمر مبارک "۵۷" سال تھی۔ ۹۵ھ ہجری میں آپؑ نے رحلت فرمائی۔

اور محمد جریر طبری کی روایت کے مطابق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"جب میرے پدر بزرگوار کی وفات کی شب آئی تو مجھ سے وضو کے لئے پانی منگوایا، وضو کیا، نماز پڑھی اور اسی شب اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔

ملاحظہ فرمائیں: "مدینۃ المعاجز" ۲۲/۲۹۹

امام علیہ السلام کو غسل دینے کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں مدینہ منورہ کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ سارے شہر مدینہ میں آپؑ کی رحلت کا سوگ منایا گیا اور آپؑ کو جنت البقیع میں آپؑ کے عم محترم حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

رضاً بقضائہ و تسلیماً لامرہ

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حضرت امام زین العابدینؑ کی رحلت سے متعلق احادیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"جب آپؑ کی شب وفات آئی تھی تو آپ نے اپنے فرزند ارجمند سے چند امور کی وصیت فرمائی تھی، ان میں ایک ہدایت اپنی اُس اونٹنی کے بارے میں کی تھی جس پر امام علیہ السلام نے بائیس حج کئے تھے۔

چنانچہ آپ نے اس اونٹنی کے بارے میں اس شب یہ ہدایت بھی فرمائی تھی کہ:

"اس کی مہار باندھ دینا" اور اسے غذا فراہم کر دینا۔

چنانچہ آپؑ کی ہدایت کے مطابق اسے غذا بھی فراہم کر دی گئی اور اس کی مہار بھی باندھ دی گئی تھی۔

لیکن امام علیہ السلام کی تدفین کے بعد دیکھا گیا کہ وہ اونٹنی اُس مہار کو توڑ کر جنت البقیع پہونچی امام علیہ السلام کی قبر مبارک کو اپنے سینے سے لگا لیا (اپنی گردن) میں نالہ و فریاد کر رہی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

جب اس واقعہ کی خبر امام محمد باقر علیہ السلام کو دی گئی — تو امام بہ نفسِ نفیس جنت البقیع تشریف لائے — اور اس اونٹنی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"خاموش ہو جا — اور گھر کی طرف واپس چل...

یہ سن کر اونٹنی اپنی جگہ سے اٹھی اور گھر واپس چلی گئی۔

لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد، وہ دوبارہ گھر سے [illegible] اور امام زین العابدینؑ کی قبر مبارک کے پاس جا کر پریشانی کے ساتھ نالہ و فریاد کرنے لگی، لوگوں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

ایک بار پھر لوگوں نے یہ ماجرا حضرت امام محمد باقرؑ سے بیان کیا ـــــ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ:

"چھوڑ دو ـــــ وہ اس قبر کے پاس رہنے کے لئے بہت بے چین ہے۔"

اس واقعہ کے تین روز بعد وہ اونٹنی دنیا سے رخصت ہو گئی۔

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے، جلاء العیون صفحہ ۔۔۔)

بصائر الدرجات صفحہ ۔۔۔ بحوالہ منتہی الآمال ۱۰۷/۲

اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل جہاں انسانوں کے بارے میں ہدایات جاری فرمائیں وہاں آپ نے حیوانات کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تاکید فرمائی۔

اور اونٹنی کے طرز عمل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ امام وقت کی رحلت و شہادت کا غم نہ صرف انسان کے ساتھ ساتھ دیگر مخلوقات بھی مناتے ہیں۔

اولادِ امجاد

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی متعدد اولاد کا تذکرہ، مورخین کی نگارشات میں ملتا ہے۔

ابو جعفر حضرت محمد باقر علیہ السلام (امام پنجم)

جناب زید شہید

جناب عبداللہ، جناب حسن، جناب حسین۔

جناب حسین اصغر، جناب سلیمان، جناب علی۔

جناب محمد اصغر

خدیجہ، فاطمہ، علیہ اور ام کلثوم۔

آپ کی اولاد میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ معروف اور باعظمت شخصیت جناب زید کی ہے۔

آپ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ بیان کئے گئے ہیں، آپ کو حلیف القرآن (قرآن کے ساتھی) بھی کہا گیا ہے۔

۸۰ ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی اور بیالیس سال کی عمر میں ۱۲۲ھ میں بنی امیہ کی فوج نے آپ کو شہید کر دیا۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ،

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد امام چہارمؑ کی اولاد میں جناب زید شہید کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

آپ عابد، پرہیزگار، فقیہ، سخی اور بہادر تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے ـــــ اور انتقام خون حسینؑ کے ارادے سے تلوار اٹھائی۔

اور اسی راہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

آپ کے بارے میں ابو الجارود اور ابن المنذر کا قول ہے کہ:

ہم مدینہ آئے تو جس شخص سے بھی جناب زیدؑ کے بارے میں پوچھا، اس نے یہی کہا کہ وہ حلیف قرآن تھا یعنی ہر وقت تلاوت کلام پاک میں مصروف رہتے تھے۔

(منتہی الآمال، صفحہ ۱۰۹)

امام زین العابدینؑ کے حکیمانہ ارشادات

علماء اور محققین نے، اپنی تالیفات و نگارشات میں امام چہارم حضرت زین العابدین علیہ السلام کے بکثرت اقوال، معتبر اسناد کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔

ہم اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، ان میں چند اقوال کو ترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

①

خیر مفاتیح الامور الصدق وخیر خواتیمها الوفاء

(معاملات کی بہترین کنجی، سچائی ہے، اور ان کا سب سے اچھا انجام وفاداری ہے)

(بحار الانوار جلد نمبر ۷۸، صفحہ ۱۶۱)

②

... اصبر على النوائب ولا تتعرض للحقوق ، و

لا تجب اخاك الى الامر الذی مضرته علیك اكثر من منفعته له.

(زمانہ کے مصائب و آلام پر صبر کرو۔
لوگوں کے حقوق کے درپے نہ ہو۔
اپنے بھائی کے ایسے معاملے میں دعوت قبول نہ کرو جس میں ...
نفع تھوڑا ہو، اور ... نقصان زیادہ)

(حلیۃ الاولیاء جلد [illegible] صفحہ [illegible])

(۳)

هلك من ليس له حكيم يرشده ...

(ہلاکت ہے، اُس شخص کے لئے،
جس کے پاس کوئی ایسا دانشمند نہ ہو جو اُس کی رہنمائی
کرنے والا ہو)

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ [illegible] طبع جدید)

(۴)

... لا تصحبن فاسقا فانه يبيعك بأكلة فما دونها.

(کسی فاسق و فاجر کے ساتھی ہرگز نہ بنو، کیونکہ وہ تمہیں
ایک (وقت کے) کھانے یا اس سے کمتر چیز پر بھی، فروخت کر دے گا)
(" " " ، صفحہ [illegible])

(۵)

عجبت لمن يحتمي من الطعام لمضرته، كيف
لا يحتمي من الذنب لمعرته

(تعجب ہے اُس شخص پر جو اُس کھانے سے تو پرہیز
کرتا ہے جو اُسے نقصان پہونچائے۔
(یہی شخص) اُس گناہ سے کیسے پرہیز نہیں کرتا جو اُسے
(پیش پروردگار) شرمندہ کرنے والا ہے)۔؟

(بحار الانوار جلد [illegible] صفحہ [illegible])

نوٹ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی بہت مشابہ ہے
آپ کے جد نامدار، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کے اُس ارشاد گرامی
سے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ:

مالي ارى الناس ان قرّب اليهم الطعام ليلا
تكلفوا انارة المصابيح ليبصروا ما يدخلون في بطونهم
ولا يهتمون بغذاء النفس بان ينيروا مصابيح البابهم
بالعلم ليسلموا من لواحق الجهالة والذنوب في
اعتقاداتهم واعمالهم.

(کیا وجہ ہے، میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ:
اگر رات کے وقت کھانا اُن کے پاس لایا جائے تو یہ زحمت
کرتے ہیں کہ چراغ روشن کریں، تاکہ یہ دیکھ لیں کہ اپنے شکم کے اندر
کیا چیز داخل کر رہے ہیں۔

لیکن یہ لوگ نفس کی غذا کے بارے میں) فکر نہیں کرتے، کہ اپنی عقلوں کے چراغ کو علم کے ذریعہ سے منور کر لیتے —— تاکہ اپنے عقائد —— اور اعمال میں، اُن گناہوں سے محفوظ رہتے، جو جہالت کی وجہ سے پیش آتے ہیں)

(ملاحظہ فرمایئے:
منتہی الآمال۔ شیخ عباس قمی جلد ۱ صفحہ ۱)

(۶)

اصحابی —— اخوانی:
علیکم بدار الآخرۃ —— ولا اوصیکم بدار الدنیا،
فانکم علیہا وبہا متمسکون۔
اما بلغکم ما قال عیسی بن مریم للحواریین
قال لہم:
قنطرۃ فاعبروہا ولا تعمروہا
وقال:
ایکم یبنی علی موج البحر دارا —— ؟
تلکم الدار الدنیا، ولا تتخذوہا قرارا۔
(میرے ساتھیو، میرے بھائیو:
آخرت کے گھر کا پورا خیال رکھو (اُسے سنوارنے، اور بہتر بنانے کی کوشش کرو)۔
(اِس) دنیا کے گھر کے بارے میں، میں تمہیں (کوئی) نصیحت نہیں کر رہا ہوں، کیونکہ اس پر تو تم موجود ہی ہو، اور اس کے دامن سے (اچھی طرح) وابستہ ہو۔

کیا تم لوگوں تک وہ بات نہیں پہونچی، جو جناب مریمؑ کے فرزند حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے حواریوں سے فرمائی تھی؟
اُن کا ارشاد تھا:
(یہ دنیا) ایک پل ہے اسے عبور کر جاؤ (اس پہ عمارت) تعمیر نہ کرنا۔
اور (یہ بھی) فرمایا تھا:
تم لوگوں میں، کون ایسا ہو سکتا ہے جو دریا کی موجوں پہ گھر بنائے!
یہ ہے (اس) دنیا کے گھر (کی حیثیت)!
لہٰذا، تم اسے قرارگاہ (اور دائمی سکونت گاہ) بنانے کی (کوشش نہ کرنا)

(منتہی الآمال۔ شیخ عباس قمی جلد ۱ صفحہ ۱)

(۷)

مسکین ابن آدم —— لہ فی کل یوم ثلاث مصائب،
لا یعتبر بواحدۃ منہن۔
(بیچارہ، اولادِ آدم ——!
اسے روزانہ تین مصیبتوں کا سامنا (کرنا پڑتا) ہے، لیکن یہ ان میں سے کسی ایک سے نصیحت حاصل نہیں کرتا:
(۱)۔ روزانہ اُس کی عمر کا ایک حصہ کم ہو رہا ہے مگر اسے اس کی فکر ہی نہیں ہے۔
حالانکہ اگر اس کے مال میں سے ایک درہم بھی کم ہو جائے تو غمزدہ ہو جاتا ہے —— جبکہ مال ایسی چیز ہے کہ ایک درہم چلا جائے تو

اس کے بدلے میں وہ درہم آسکتے ہیں۔
لیکن عمر کا جو حصہ گذر گیا، وہ کبھی واپس آنے
والا نہیں ہے۔
(۲) :- روزی کی اُسے پوری فکر رہتی ہے۔
جبکہ اگر حلال ذریعے سے حاصل ہو تو اس میں بھی حساب ہے، اور اگر
(خدانخواستہ) حرام طریقے سے حاصل کرے تو (سرتاسر)
عذاب ہے۔
پھر بھی روزی کی فکر میں ہی غرق رہتا ہے،
(۳) :- یہ بات زیادہ سخت ہے!
لوگوں نے دریافت کیا :- وہ کیا ہے؟
فرمایا کہ :- جب بھی دن گذرا اور رات آئی اس شخص (کا قدم)
آخرت سے نزدیک ہوگیا۔
مگر معلوم نہیں کہ آخرت میں یہ بہشت (کی نعمتوں سے مالا مال ہوگا)
یا دوزخ کی آگ کا مزا چکھے گا) ؟

(۷)

امام علیہ السلام کے اسی فرمانِ مقدس سے استفادہ کرتے ہوئے ابن عیاش
نے کہا ہے :
مسکین محب الدنیا،
یسقط منہ درہم فیظل نہارہ یقول،
انا للہ و انا الیہ راجعون
وینقص عمرہ و دینہ ولا یحزن علیہما۔

دنیا سے محبت کرنے والے شخص کی حالت بہت قابلِ رحم ہے!
اس کا ایک درہم کھو جائے تو سارا دن اس کی فکر میں رہتا ہے :
بار بار کہتا ہے :
انا للہ و انا الیہ راجعون
اور اس کی عمر (روز بروز) کم ہوتی ہے (اس پر اسے کوئی افسوس نہیں ہوتا)
یہاں تک کہ اگر اس کے (دین و مذہب میں کسی قسم کا نقص پیدا ہو جائے
تب بھی غمزدہ نہیں ہوتا)۔
(منتہی الامال جلد ۲ صفحہ ۳۰)

(۸)

ان من سعادۃ المرء ان یکون متجرہ فی بلدہ ویکون
خلطاؤہ صالحین، ویکون لہ ولد یستعین بہم۔
(انسان کی سعادت (کے ابواب) میں سے (یہ بھی ہے کہ :
اس کے کاروبار کی جگہ، اس کے شہر کے اندر ہی ہو
اس کے ملنے جلنے والے نیک اور صالح افراد ہوں۔
اور اس کی اولاد ایسی ہو جن سے وہ مدد حاصل کر سکے۔
(خصال شیخ صدوق صفحہ ۱۵۹)

(۹)

.. حتام الی الحیوۃ سکونک، والی الدنیا و عمارتھا رکونک
اما اعتبرت بمن مضی من اسلافک و من وارتہ الارض

من الافك، ومن فجعت به اخوانك، ونقلت الى
دار البلى من اقرانك۔

کب تک (اس) زندگی کی طرف (ہی) تمہارے لئے محل قرار (و) سکون رہے گا" اور دنیا اور اس کی آبادکاری کی طرف ہی تم مائل رہو گے؟

کیا تمہیں کوئی عبرت حاصل نہیں ہوئی، اپنے اُن بزرگان سے جو یہاں سے گذر گئے —؟

اپنے دوستوں سے، جنہیں زمین نے (اپنی آغوش میں) چھپا؟

اور اپنے جن بھائیوں کے غم سے تمہیں دوچار ہونا پڑا —؟

اور تمہارے جو ساتھی... منتقل ہو گئے —؟

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ...)

(۱۰)

این من شق الانھار، وغرس الاشجار، وعمر الدیار۔
الم تمح منھم الاثار، وتحل بھم دار البوار۔
فاخش الجوار — وذلك الیوم بالقوم اعتبار
فانما الدنیا متاع والآخرۃ دار القرار۔

(کہاں ہیں، وہ لوگ، جنہوں نے:
نہریں کھودیں —
درخت لگائے —

اور گھروں کو آباد کیا —؟

کیا — اُن کے نشانات مٹ نہیں گئے —؟

اور وہ لوگ (آخرت کے) مصائب و آلام والے گھر میں نہیں پہونچ گئے —؟

لہٰذا تم بھی ڈرو — (کہ اگر) پڑوسی (چلا گیا، تو مجھے بھی جانا ہے)

آج تمہارے لئے (مہلت ہے کہ گذر جانے والے) لوگوں سے عبرت حاصل کرو۔

(یاد رکھو) — دنیا کی زندگی (ایک مختصر سی) پونجی ہے، اور آخرت (دائمی) قیام گاہ ہے۔

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ...)

(۱۱)

.. ان المراتب الرفیعۃ لا تنال الا بالتسلیم للہ جل ثناؤہ
وترك الاقتراح علیہ، والرضا بما یدبرھم بہ۔

(بلند مراتب (اس وقت تک) حاصل نہیں کئے جا سکتے جب تک
(۱) خداوند عالم کے (فیصلے) کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دیا جائے۔
(۲) اس کے لئے تجویز پیش کرنا ترک نہ کیا جائے — (کہ خدا ایسا کر دیتا تو بہتر تھا — یا ایسا نہ کرتا تو اچھا تھا)
(۳) اور جس انداز سے وہ ان کی تدبیر کرے، اُس پر راضی ہو جائے۔

(امالی شیخ صدوق ص ...)

(۱۲)

ان العبد لا تقبل من صلاته الا ما اقبل علیه منها بقلبه

(بندے کی نماز میں سے صرف وہی حصہ (پیش پروردگار) قبول کیا جائے گا جس (حصے) کی طرف اس کا دل (پوری طرح) مائل رہا ہو۔)

(خصال شیخ صدوق
جلد ۲، صفحہ ۱۳)

(۱۳)

..خلق اللہ الجنۃ لمن اطاعہ و احسن، ولو کان عبدا حبشیا، وخلق النار لمن عصاہ ولو کان ولدا قرشیا۔

(خداوند عالم نے جنت اس کے لئے پیدا کی ہے جو (خدا) کی اطاعت کرے، اور اچھا عمل انجام دے ۔ چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو) اور جہنم اس کے لئے پیدا کی ہے جو اس کی نافرمانی کرے چاہے اولادِ قریش ہی میں سے کیوں نہ ہو۔

(مناقب:
جلد ۲، صفحہ [illegible])

(۱۴)

.... ایاک و ظلم من لا یجد علیک ناصرا الا اللہ۔

(خبردار ــــ کسی ایسے شخص پر ظلم نہ کرنا، جس کے پاس (اپنے دفاع کے لئے) خداوند عالم کے علاوہ کوئی بھی ناصر (اور مددگار) موجود نہ ہو)

(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
کافی جلد ۲، صفحہ ۳۳۱)

صحیفۂ سجادیہ

عالمِ اسلام، اپنے تین علمی ذخیروں پر جتنا فخر کرے کم ہے،

(۱) :- "قرآنِ مجید" خداوندِ عالم کی نازل کردہ آخری کتاب جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ابدی و سرمدی معجزہ ہے۔

(۲) :- "نہج البلاغہ" امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات، مراسلات اور حکیمانہ کلمات کا وہ عالیشان مجموعہ جو فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہے۔

(۳) :- "صحیفۂ سجادیہ" — امامِ چہارم سید الساجدین حضرت زین العابدینؑ کی دعاؤں کا وہ مجموعہ جس کے بارے میں صاحبانِ علم و دانش نے بجا طور پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

"صحیفۂ کاملہ - اسلام کے ابتدائی دورِ تدوین و تالیف کی ایک الہامی تصنیف ہے جو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں اور مناجاتوں پر مشتمل ہے — اس کی عظمت و اہمیت اور اعتماد و وثوق کے لئے اتنی ہی کافی ہے کہ،

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے خود اس کی ترتیب و تدوین کا اہتمام فرمایا ہے اور اپنے دونوں صاحبزادوں، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب زید شہید رحمۃ اللہ سے، جبکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی اس موقع پر موجود تھے، اسے قلمبند کرایا، تاکہ اس کے ضبط و حفظ کا سامان مکمل ہو جائے اور

اس کے ذریعہ تعلیم و ہدایت کا سلسلہ جاری رہے۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنا تحریر کردہ صحیفہ امام جعفر صادقؑ کے سپرد فرمایا، اور آپ نے وہ دعائیں... ابنِ مالک کو لکھوادیں۔

- اور جناب زیدؓ کا نسخہ، اُن کے فرزند یحییٰ کی طرف منتقل ہوا، اور اُن سے محمد ابن عبداللہ بن حسن مثنیٰ اور اُن کے بھائی ابراہیم کے ہاتھوں میں پہنچا۔

اور اس طرح حفظ و سماعت اور نقل و کتابت کے ذریعے سے منتقل ہوتا ہوا دنیائے اسلام میں پھیل گیا، اور ہر دور میں قبولیتِ عامہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پرستارانِ حقیقت و حلقہ بگوشانِ امامت نے اسے آویزۂ گوشِ عقیدت بنایا — اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کا ورد بھی اپنے معمولات میں سے قرار دے لیا۔

اور چھٹی صدی ہجری کے نصف اوّل میں اسے "زبورِ آلِ محمدؐ" اور "انجیلِ اہلبیتؑ" کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔

یہ نام اس لحاظ سے تجویز کئے گئے کہ اس کے حکیمانہ ارشادات و بصائر، مؤثر ادعیہ و اوراد اور دلنشین حکم و نصائح آسمانی صحیفوں کے اسلوب کے آئینہ دار، اور ان کی تعلیمی روح کے حامل ہیں۔

چنانچہ صاحبِ ریاض السالکین نے بعض اہلِ عرفان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

انھا تجری مجری التنزیلات السماویۃ وتسیر مسیر الصحف اللوحیۃ والعرشیۃ۔

(صحیفۂ کاملہ آسمانی کتابوں کے اسلوب اور عرش و لوح کے صحیفوں کی روش کا مکمل نمونہ ہے)

اور دوسرے یہ کہ اس صحیفہ کی نسبت، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف ہر طرح کے شک و شبہہ سے بالاتر ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر بعد میں جتنی کتابیں تالیف ہوئیں اُن کے مؤلفین اپنے مجموعوں میں "دعاء علی بن الحسین" کے عنوان سے اس مجموعہ کی دعاؤں کو نقل کرتے رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کی صحت نسبت سے متعلق کسی خدشے کا اظہار نہیں کیا۔ اور بغیر کسی پس و پیش کے اسے کلام امام تسلیم کیا ہے۔"

(۵)

عہد حاضر میں دنیائے اسلام کی جن ممتاز علمی شخصیتوں نے اس کتاب کے بارے میں اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے ان میں مصر کے نہایت جلیل القدر عالم اور دانشور استاد فیلسوف طنطاوی جوہری نے ایک مضمون میں جس کا عنوان ہے:

"ادعیة علی زین العابدین وماذا یستفید منها المسلمون"

(حضرت امام زین العابدینؑ کی دعائیں اور ان سے مسلمانوں کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں)

اس مضمون میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

"جامع الازہر" کے ایک نوجوان طالب علم نے مجھے ایک کتاب بغرض مطالعہ دی جس میں کچھ دعائیں کچھ مناجاتیں حضرت علی زین العابدین (علیہ السلام) کی تھیں۔

میں نے اس کتاب کو غور سے دیکھا اور اس کے مندرجات پر گہری نظر ڈالی تو مجھ پر ایک حیرت طاری ہو گئی اور ان دعاؤں کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی اور میں نے کہا کہ:

یہ عجیب بات ہے کیونکہ مسلمان اب تک اس ذخیرہ سے ناواقف رہے اور کس طرح وہ صدیوں ... خواب غفلت میں مبتلا رہے اور انہیں احساس نہ ہوا کہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ خدا نے ان کے لئے مہیا کر رکھا ہے، اگر وہ ان خزانوں کو کھول کر دیکھیں اور اسرار و رموز پر مطلع ہوں تو سمجھیں کہ کشتی اور

شیعہ فرقے خواہ عوام کے لئے افتراق باہمی میں مبتلا ہیں اور باہمی عداوت کے نشہ میں سرشار ہیں۔[1]

اس کتاب میں دو قسم کی دعائیں ہیں:

ایک سلبی — یعنی بری باتوں سے دور رہنے کی تعلیم۔

دوسرے اثباتی — یعنی اچھی باتوں سے متصف ہونے کی تلقین۔

حقیقتاً انسانی افراد کے کمالات بھی دو ہی صورتوں پر منقسم ہیں:

(۱) — تخلی عن الرذائل (بری باتوں سے علاحدگی)

(۲) — تحلی بالفضائل (اچھے اوصاف سے آراستگی)

اور اس کے ساتھ بلند مرتبہ علوم و معارف کی تحصیل جس سے نفس ناطقہ انسانی کی تکمیل ہو۔

دو مختصر لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ:

یہ دعائیں ایک عجیب رمز و اشارہ کی صورت قرار دی گئی ہیں۔

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟

کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ: یہ حضرات بہت سے اسرار و رموز اور علوم و معارف کی طرف اشارہ کر رہے تھے جن سے مسلمان بالکل غافل اور بے خبر ہو گئے ہیں۔

(یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ):

جن دعاؤں میں ندامت اور پشیمانی اور تضرع و زاری اور مصائب کا دفعیہ، مظالم سے نجات اور بیماریوں سے شفا کا ذکر ہے وہ صرف اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں ہیں۔

[1] اگر سب کے سب اہلبیت پرست ہو جائیں تو ان کے باہمی اختلافات بھی مٹ جائیں اور علم و حکمت کے عظیم الشان ذخیروں سے بھی مالا مال ہوں۔

اور جن دعاؤں میں خدا کے عظمت و جلالت کا اظہار ہے اور اس کی صنعت و عجائب قدرت کا تذکرہ ہے وہ زیادہ تر کتاب کے آخر میں ہیں۔

(۷)

اور جامعہ مصریہ کے پروفیسر استاد محمد کامل حسین جو "الادب فی مصر الاسلامیہ" جیسی کتاب کے مصنف ہیں (صحیفہ کاملہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ)۔

"میرے سامنے ایک کتاب ہے جو حجم کے لحاظ سے تو چھوٹی ہے مگر قدر و قیمت میں بہت بڑی ہے۔

یہ سیدنا امام زین العابدینؑ کی بعض دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

مجھے آرزو تھی کہ میں ان دعاؤں کی نسبت لکھتا اور بتلاتا کہ ان میں کتنی روشن دلیلیں موجود ہیں اس بات کی کہ زین العابدین (علیہ السلام) مثل دوسرے (ائمہ) طاہرین کے، بالکل رسول اللہ کی تعلیمی روح کے حامل، اور عبادت و پرہیزگاری میں آپ کے تابع تھے۔

مگر مجھے وہ الفاظ کہاں مل سکتے ہیں جو میرے تاثرات کو ظاہر کریں، اس وقت جب میں ان معجز نما کلمات کو پڑھتا ہوں جن کی تشریح میں زبان عاجز ہو کر ششدر اور عقل حیران ہو جاتی ہے اور قلم لرزہ براندام ہو کر رک جاتا ہے۔

لہٰذا اس موقع پر میں صرف اپنے عجز اور کوتاہ بیانی کا اعتراف ہی کر لینا اچھا سمجھتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ میں قلم اٹھاؤں اور پھر موضوع کے حق کو ادا نہ کر سکوں۔

کیونکہ میرا تاثر اور قلبی احساس حضرت سجادؑ کی دعاؤں کے پڑھنے کے موقع پر میری طاقت اظہار سے باہر ہے۔

(حضرت امام زین العابدینؑ کی) دعائیں ایک پاکیزہ اور صاف نفس سے برآمد ہوئی ہیں اور وہ امام کا نفس ہے اور مخاطب بھی ایک پاک اور صاف نفس ہے اور وہ خدا ہے

[illegible] کی بات ہے [illegible]

[illegible]

کلیہ شریعت اسلامیہ کے استاد محمد حمید اور قیک نے لکھا ہے کہ

دیکھنا اس دعا کی ایک تصنیف شدہ اور خیالاتی عمل کی بو [illegible] سے

[illegible] اسلام و ملل کے [illegible] کا حکمران ہے [illegible] کی رنگینی و درخشانی

کرنے والا ہے [illegible] صدی [illegible] کے [illegible] کہ جب یہ دنیا

[illegible]

کتنا عظیم ہے آپ کا دعا ہے امام [illegible] اور کتنا پاکیزہ ہے آپ کا قلب اور کتنا روشن ہے آپ کا ضمیر اور کتنی طاہر ہے آپ کی نیت، اور کتنا بلند ہے آپ کا نظریہ اور کتنا مبارک ہے آپ کا نقطۂ نگاہ۔

۔۔ درحقیقت وہ رسولؐ کے لباس میں تمام اقوام اور نسلوں کو مخاطب کر رہے تھے۔

امام زین العابدین (علیہ السلام) جو پہلی صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں حریت اور عزم و استقلال کی آواز بلند کر رہے ہیں تاکہ وہ (اور ان کے بعد بھی) تمام لوگ سنیں اور مادیت و طبیعیات کی زنجیروں کو توڑ پھینکیں۔

(صحیفۂ کاملہ مطبوعہ ایران کتب خانہ ۱۳۹۲)

(۸)

علامہ مفتی جعفر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے مقدمہ صحیفۂ کاملہ میں بجا طور پر تحریر فرمایا ہے:

صحیفہ کی دعاؤں نے جہاں دعا کی عظمت و اہمیت سے دنیا کو آشنا کیا وہاں دعا کا طریقہ بھی تلقین کیا ہے کہ طلب و سوال کے موقع پر کیا انداز اختیار کرنا چاہیے اور کس نہج اور کس اسلوب سے دعا مانگنا چاہیے۔

مثلاً بیمار ہو تو طلب شفا کے لئے کس طرح دُعا مانگے۔
قرض سے سبکدوشی کے لئے کس طرح التجا کرے۔
مقصد و حاجت کے سلسلہ میں کیا اسلوب اختیار کرے۔
توبہ و استغفار کے لئے اس کے سامنے کس طرح گڑگڑائے۔
مصائب و آلام عصر حاضر کے لئے کس طرح اسے پکارے) (مقدمہ مجید)
اور بعد ازاں اہلسنت کے معتبر عالم دین سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ :
ان علی بن الحسین زین العابدین له حق التعلیم فی الاملاء والانشاء وکیفیة المکالمة والمخاطبة وعرض الحوائج الی اللہ تعالیٰ فانه لولاه لم یعلم المسلمون کیف یتکلمون و یتفوهون سبحانه فی حوائجهم فان هذا الامام علمهم انه متی ما استغفرت فقل کذا، ومتی استسقیت فقل هکذا، ومتی ما خفت من عدو فقل کذا۔
(حضرت زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام) انشاء و تحریر اور اللہ تعالیٰ سے تکلم اور خطاب اور اس کے حضور عرض حاجات کے سلسلہ میں (تمام) مسلمانوں پر حق تعلیم و استادی رکھتے ہیں۔
اس لئے کہ اگر حضرت (سے نہ بتایا) نہ ہوتا تو مسلمان یہ نہ جان سکتے کہ وہ اللہ سبحانہ (و تعالیٰ) سے کس طرح خطاب کریں اور کس طرح اس سے اپنی حاجتیں طلب کریں۔
اور حضرت (امام زین العابدین علیہ السلام) ہی نے مسلمانوں کو سکھایا ہے کہ :
اگر توبہ کرنا ہو تو یہ کہو۔

اور اگر طلب باران کرنا ہو تو یہ کہو۔
اور دشمن کا خطرہ ہو تو اس طرح مدعا پیش کرو۔
(حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے:
مقدمہ صحیفہ سجادیہ از آقائے شہاب الدین مرعشی)
اس بابرکت صحیفہ میں جسے بجا طور پر زبور آل محمدؐ کہا جاتا ہے متعدد عناوین پر انتہائی فصیح و بلیغ دعائیں ہیں۔
اور طبری کی روایت میں دعاؤں کی فہرست کا اس طرح ذکر ہے :
① — خداوند عالم کی حمد و ستائش۔
② — رسول اکرمؐ پر درود و سلام۔
③ — حاملان عرش اور مقرب فرشتوں پر سلام۔
④ — انبیاء پر ایمان لانے والوں کے حق میں دُعا۔
⑤ — اپنے، اور اپنے خاص دوستوں کے لئے دُعا۔
⑥ — صبح و شام کے وقت کی دُعا۔
⑦ — مشکلات کے وقت پڑھنے کی دُعا۔
⑧ — پناہ طلبی کے لئے دُعا۔
⑨ — اشتیاق (الہٰی) کی دعا۔
⑩ — توجہ الی اللہ کے موقع کی دعا۔
⑪ — انجام بخیر ہونے کی دُعا۔
⑫ — اعتراف گناہ (اور طلب توبہ) کے سلسلہ میں دُعا۔
⑬ — طلب حاجات کے سلسلہ میں دُعا۔
⑭ — ظلم خراہی کی بابت دعا۔

نوٹ:- دعاؤں کے مذکورہ بالا عنوانات جناب ابو عبد اللہ حسن کے الفاظ

اور روایت کے مطابق ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ:

"ابن طاؤس جو صحیفہ کے اہم راویوں میں سے ہیں، اُن کا بیان ہے کہ:

"جب یحییٰ ابن زید شہید کر دیئے گئے تو میں مدینہ گیا، اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یحییٰؑ کی شہادت (وغیرہ) کا تمام واقعہ اُن سے بیان کیا۔

حضرت رونے لگے، اور یحییٰؑ کے تمام واقعات سن کر بہت غمگین ہوئے اور فرمایا۔

"خدا رحمت نازل کرے میرے ابنِ عم پر، اور انھیں اُن کے آباؤ اجداد کے ساتھ رکھے۔"

(پھر پوچھا کہ) وہ صحیفہ کہاں ہے۔؟

میں نے کہا: یہ ہے!

آپ نے اُسے کھولا، اور فرمایا۔

"خدا کی قسم یہ میرے چچا زیدؑ کی تحریر ہے، اور میرے دادا حضرت علی بن الحسینؑ کی دعائیں ہیں۔"

پھر آپ نے اپنے فرزند اسمٰعیل سے فرمایا کہ:

"جاؤ وہ دعائیں لے آؤ جن کی حفاظت و نگہداشت کی میں نے تمھیں ہدایت کی تھی۔"

اسماعیل گئے اور ایک صحیفہ لائے، جو بالکل ویسا ہی تھا، جیسا یحییٰؑ بن زیدؑ نے مجھے دیا تھا۔

امام جعفر صادقؑ نے اُس صحیفہ کو بوسہ دیا اپنی آنکھوں سے لگایا کہ: یہ میرے والد بزرگوار کا خط ہے جسے میرے سامنے میرے دادا حضرت علی بن الحسینؑ نے لکھوایا تھا۔"

(حوالۂ سابق، صفحہ ۲،۵۰۲)

مکمل، ممتاز

وظائف الابرار

ترجمہ:

مولانا سید فرمان علیؒ اعلی اللہ مقامہ

ترتیب و پیشکش

علامہ السید جواد حیدر جوادی

فرزند

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ

عصمہ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر: 18168 کراچی 74700 پاکستان